موت کیا ہے
امام جلال الدین سیوطی
محمد افروز قادری چریاکوٹی
www.jannatikaun.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دم رخصت حق تعالٰی کی نوازشِ بے کراں اور موت کے باعثِ
آرام اور کیف ساماں ہونے کے تعلق سے ایک دل پذیر تحریر

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
ہے شب گور جو اُس گل سے ملاقات کی رات

بُشْرَی الکَئِیْبْ بِلِقَاءِ الحَبِیْبْ

-: تالیف :-

امام جلال الدین سیوطی -متوفی ۹۱۱ھ-

-: ترجمہ و تحقیق :-

محمد اَفروز قادری چِریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

بِأَبِي أَنتَ وَأُمِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ الأُمِّيُّ

تفصیلات

کتاب : "بُشرَیٰ الکَئِیبْ بِلِقَاءِ الحَبِیبْ"

موضوع : حقیقت موت، اَحوالِ برزخ اور معرفت روح

تالیف : امام جلال الدین سیوطی-قدس سرہ العزیز-

ترجمہ : ابورِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی.................

پروفیسر: دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

تصویب : علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری-مدظلہ النورانی-

کتابت : فہمی چریاکوٹی

صفحات : اٹھاسی (۸۸)

اِشاعت : ۲۰۱۱ء - ۱۴۳۲ھ......ایک ہزار ایک سو(1,100)

فہرست

(آغازِ ترجمہ: ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ، بروز پنجشنبہ - مطابق: ۹ اپریل ۲۰۰۹ء)

(تکمیل ترجمہ: ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ، بروز جمعہ - مطابق: ۱۷ اپریل ۲۰۰۹ء)

تقریظ جمیل

مفکر اِسلام مصلح اُمت حضرت علامہ مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری-مدظلہ العالی-

آج کل آدمی موت سے گھبراتا ہے بلکہ موت کے نام سے بھی کراہت کرتا ہے، یہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ بندۂ مومن تو بخوشی موت کا اِستقبال کرتا ہے۔ شاعر مشرق، اِقبال کہتے ہیں۔

نشانِ مردِ مومن بہ تو گویم
چوں موت آید تبسم برلب اوست

لہٰذا مومن کوتو موت سے ڈرنا ہی نہیں چاہیے۔ ہاں! اگر ڈرنے کی وجہ یہ ہے کہ اَعمال نامے سیاہ ہیں، حساب وکتاب کا خوف دامن گیر ہے تب بھی ڈرنے سے فائدہ نہیں کہ موت تو اپنے وقت پر آنی ہے، ڈرنے سے ٹل نہ جائے گی۔ ارشادِ ربانی ہے :

اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ٥ (سورہ یونس:۴۹/۱۰)

جب اُن کا وعدہ (موت کا) آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

اور فرماتا ہے :

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ٥ (سورہ یونس:۴۹/۱۰)

تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آلے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو۔

کرنے کا کام یہ ہے کہ آدمی اپنے نامۂ اعمال کی فکر کرے، اس میں جو گناہوں کی سیاہیاں ہیں ان سے خوف زدہ ہو اور اِنابت و توبہ سے اس کے اندر روشنی پیدا کرنے کی کوشش کرے، اور یہ سوچتا رہے کہ موت کا وقت تو معین ہے؛ لیکن ہمیں معلوم نہیں، تو وہ کب آجائے اور اپنے چنگل میں دبوچ لے اس کی کسی کو خبر نہیں۔ لہٰذا جلد توبہ کر کے آخرت کی سرخروئی حاصل کر لینی چاہیے؛ تا کہ جب موت آئے تو حسرت و یاس کا شکار نہ ہونا پڑے، بلکہ لبوں پر تبسم ہو، چہرہ خنداں و شاداں ہو، اور موت کو بخوشی گلے لگانے کا جذبۂ بے کراں دلوں میں موجزن ہو۔

زیرِ نظر کتاب ''موت کیا ہے؟'' مومن کو موت سے بے خوف کرنے والی اور طرح طرح کی بشارتیں سنانے والی کتاب ہے، جسے پڑھ کر ایک طرف تو دلوں کی مرجھائی ہوئی کلیاں کھل اُٹھتی ہیں تو دوسری طرف عملِ نیک کا جذبہ بھی بیدار ہو جاتا ہے، اور موت کا خوف دور ہو کر موت کو گلے لگانے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔

اس کتاب کو بار بار پڑھنا چاہیے اور جو نہ پڑھ سکیں ان کو سنانا چاہیے۔ یہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ -متوفی ۹۱۱ھ- کی کتاب 'بشری الکئیب بلقاءِ الحبیب'' کا سلیس ترجمہ ہے۔ اس میں شامل بہت سی اَحادیث کی مترجم نے تخریج کر دی ہے۔ اس سلسلے میں مترجم مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی تحسین کے مستحق ہیں کہ 'موت' کے تعلق سے ایک اچھی کتاب کو اُردو کا جامہ پہنا دیا ہے۔

مولیٰ عزوجل اسے شرفِ قبول عطا فرمائے اور پڑھنے والوں کو عبرت و سبق لینے کی توفیق دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد عبد المبین نعمانی قادری

المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارکپور، اعظم گڑھ

۱۰ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ/ ۱۷ر دسمبر ۲۰۱۰ء، جمعہ مبارکہ

عرضِ حال

حضرت امام جلال الدین سیوطی -رحمہ اللہ ورضی عنہ- اُمت مسلمہ کے اُن جلیل القدر فرزندوں میں ہیں جن کے احسانات صبح قیامت تک دنیا یاد رکھے گی۔ مختلف موضوعات پر روشنی ڈالتی آپ کی کتابیں صدیوں سے بنی نوعِ انساں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی چلی آرہی ہیں۔ وہ اپنی کتابوں کی سطروں میں آج بھی ویسے ہی زندۂ جاوید ہیں جیسے کل اپنے عہد مسعود میں، اور -ان شاء اللہ- اپنی بے پایاں خدمات دین کے حوالے سے کل بھی مرنے نہ پائیں گے۔

آپ کی طبع وقاد نے ہر موضوع پر خراجِ تحسین وصول کیا۔ اتنی معمولی سی عمروں میں حیرت ہے کہ ہمارے اَسلاف نے اَسباب کی عدم فراہمی کے باوجود کتنا کچھ کر دکھایا اور آج ہزار سہولتیں ہونے کے باوصف ان کے جیسا کچھ بھی نہیں ہو پا رہا۔ یقیناً اُن پر اللہ کا بڑا فضل تھا جس نے اُن سے اِتنا کچھ کرالیا، اور یہ فضل الٰہی ان کے خلوص واِطاعت کا ثمرہ تھا جس سے آج ہم محروم ہیں۔

وہ نیک تھے، اچھے تھے، سچے تھے۔ ہم بد ہیں، برے ہیں۔ اُن کا ظاہر و باطن یکساں تھا اور ہمارے ظاہر و باطن میں کھلا فرق ہے۔ وہ جو کہتے تھے وہی کرتے تھے اور ہم جو کہتے ہیں ٹھیک اُس کا اُلٹ کرتے ہیں۔ ان کی ظاہری آنکھیں بھی پرنور تھیں اور باطنی آنکھیں بھی بینا تھیں؛ مگر ہم ظاہراً لاکھ انکھیارے سہی، دل سیاہ اور اندھے ہوگئے ہیں۔ روح کی بستی اُجڑ گئی ہے۔ فکر ونظر کی قوتیں بانجھ ہوگئی ہیں۔ عمل کے لیے اَعضا و جوارح شل ہوگئے ہیں۔ عارضی گھر (دنیا) کے لیے تو ہم سب کچھ کر بیٹھتے ہیں مگر دائمی ٹھکانا (آخرت) کے لیے ایک ذرا نہیں ہو پاتا۔ آج ہم بندۂ زر ہو کر رہ گئے ہیں، اور وہ بے نیازِ زر تھے، انھوں نے دنیا کے لیے اسے اُتنا ہی برتا جتنا چاہیے تھا۔

کاش! ہم بھی اپنے تن من سے مسلمان ہو جاتے۔ قول وعمل میں یگانگت لاتے۔

ظاہر کے ساتھ باطن کی آنکھیں بینا کرنے کی فکر کرتے۔روح کے تقاضے پورے کرتے۔دل کی ویران بستی آباد کرتے، نفس وزن وزر کومحض دنیا برتنے تک محدود رکھتے تو یقیناً ہم بھی فضلِ مولا کی رسی تھامنے میں کامیاب ہوجاتے اور توفیق ایزدی ہمارے رفیق سفر ہوجاتی-اللہ اپنی توفیق خاص سے نوازے-آمین۔

یہ کتاب' فکرِآخرت کی لو تیز کرنے کی ایک کڑی ہے، اور دنیا برتنے کا سبق دیتی ہے۔نیز اِس دنیا سے چل چلاؤ کے وقت مومن کن کن نعمتوں اور انعامات سے بہرہ ور کیا جاتا ہے ان پر روشنی بھی ڈالتی ہے۔مرنا چوں کہ ہر ایک کو ہے اس لیے یہ کتاب ہر کسی کے مطالعہ سے گزرنا چاہیے اور اپنی زندگی و موت کی کنہ و حقیقت سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔کائنات کی بقیہ چیزوں میں اختلاف کے شوشے تو نکال لیے جاتے ہیں؛ مگر جگ جگ روشن ہے کہ بس موت ہی ایک ایسی حقیقت ہے جس کی بابت کیا مولوی، کیا حکیم، کیا فلسفی، کیا منطقی کسی کو کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا ہے۔

اس کتاب میں کیا کچھ پنہاں ہے وہ تو اس کے مطالعہ کے دوران آپ پر خود منکشف ہوجائے گا؛ تاہم ہم نے متن کا سلیس و رواں ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ آیات واحادیث کے علاوہ بزرگانِ دین کے اقوال اور اشعار کو اصل عربی زبان میں درج کرنے کی بھی سعی کی ہے تاکہ اُن کی نورانیت و برکت قائم رہنے کے ساتھ ساتھ عربی اَدب سے شغف رکھنے والوں کے ذوق وشوق کی تسکین کا سامان بھی ہوسکے-اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو-

طالب عفو و کرم

ابو رفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، جنوب افریقہ......۲۲ ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ، مطابق: ۱۸ اپریل ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ از مؤلف :

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلامٌ علی عبادہِ الذینَ اصطفیٰ .

اس کتاب کو میں نے **"بشری الکئیب بلقاء الحبیب"** کے نام سے موسوم کیا ہے، اور در حقیقت یہ اَحوالِ برزخ سے متعلق میری تحریر کردہ ایک دوسری ضخیم کتاب کی تلخیص ہے۔ اِس کتاب میں میں نے اُن بشارتوں اور مژدہاے جاں فزا کو اِکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے جو اِکرام و مبارک باد کے طور پر مردِ مومن کو اِس دنیاے فانی سے کوچ کرتے وقت، اور اُس کی قبر میں پیش کی جاتی ہیں۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

موت' حیات سے بہتر ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

تحفة المؤمن الموت . (۱)

یعنی ایک مردِ مومن کے لیے موت بہترین تحفہ ہے۔

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۳۶۳ حدیث: ۱۶۰۹...... مستدرک: ۲۷۲/۱۸ حدیث: ۸۰۱۴...... شعب الایمان: ۲۰/ ۳۵۳ حدیث: ۹۵۳۵...... مسند عبد بن حمید: ۱/ ۳۸۵ حدیث: ۳۴۹...... مسند شہاب قضاعی: ۱/ ۲۴۲ حدیث: ۱۴۳...... الزہد والرقائق ابن مبارک: ۲/۱۲۱ حدیث: ۵۸۸...... المطالب العالیہ: ۹/۳ حدیث: ۸۲۳...... مجمع الزوائد: ۱/۴۲۵...... کنز العمال: ۱۵/۵۴۶ حدیث: ۴۲۱۱۰۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

الموت ریحانة المؤمن . (۱)

یعنی موت' مومن کے لیے کسی پھول (یا گلدستہ) کی مانند ہے (جو تحفہ کے طور پر کسی کو پیش کیا جاتا ہے)۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

الموت غنیمة المؤمن .

موت' اہل ایمان کے لیے کسی غنیمت سے کم نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

الـدُّنیَا سِجْنُ الْمُؤمِنِ وَ سَنَتُهُ، فَإِذَا فَارَقَ الدُّنیَا فَارَقَ السِّجْنَ وَ السَّنَةَ . (۲)

یعنی دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور قحط زدہ مقام کی مانند ہے؛ تو جب وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو گویا اسے قید خانہ اور مقام خشک سالی سے رہائی مل جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

---

(۱) کشف الخفاء:۱/۲۹۷ حدیث:۹۲۸...... کنز العمال:۱۵/۵۵۱ حدیث:۴۲۱۳۶۔

(۲) مشکوۃ المصابیح:۳/۱۳۷ حدیث:۵۲۴۹...... مسند احمد:۱۴/۹۸ حدیث:۶۵۶۰...... مستدرک حاکم:۱۸/۲۵۳ حدیث:۲۹۹۵...... الزہد والرقائق:۲/۱۲۰ حدیث:۵۸۷...... المقاصد الحسنۃ:۱/۱۱۸...... کشف الخفاء:۱/۴۱۱ حدیث:۱۳۱۸...... کنز العمال:۳/۱۸۵ حدیث:۶۰۸۲...... مجمع الزوائد:۱۰/۲۸۸...... مسند جامع:۲/۲۷ حدیث:۸۷۲۸۔

الـدنيـا جـنـة الـكـافـر و سـجـن الـمـؤمـن، و إنما مثل المؤمن حين تـخـرج نـفـسـه كـمـثـل رجـل كـان في سجن فأخرج منه، فجعل يتقلب في الأرض و يتفسح فيها .

یعنی دنیا کافر کی جنت اور مومن کا جیل ہے۔اور ایک مردِ مومن کی روح ایسے ہی نکلتی ہے جیسے کہ کسی کو جیل سے رہا کیا جا رہا ہو؛ پھر وہ (ناز سے) زمین پر لوٹنے لگتی ہے اور آزادی سے سیر و سیاحت کرتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید فرمایا :

الدنيا سجن المؤمن، فإذا مات يخلى سربه يسرح حيث يشاء .

یعنی دنیا چونکہ مومن کا قید خانہ تھی ؛ پس جب وہ مردِ مومن انتقال کر جاتا ہے تو دنیا کے چنگل سے آزاد ہو کر جہاں چاہتا ہے سیر کرتا پھرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

الموت تحفة لكل مسلم .

یعنی موت ہر مسلمان (مرد و عورت) کے لیے ہدیہ و تحفہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا :

الموت كفارة لكل مسلم .

یعنی موت ہر مسلمان (مرد و عورت کے گناہوں کا) کفارہ بن جاتی ہے۔

حضرت ربیع بن خثیم فرماتے ہیں :

ما من غائب ينتظره المؤمن خير له من الموت .

یعنی ایک مردِ مومن کے لیے موت کے انتظار سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

حضرت مالک بن مغول نے فرمایا :

بلغني أن أول سرور يدخل على المؤمن الموت، لما يرى من كرامة اللّٰه تعالىٰ و ثوابه .

یعنی (معتبر ذرائع سے) مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ مومن کا دِل سب سے پہلے جس مسرت وسرور کو محسوس کرے گا وہ موت ہوگی، کیوں کہ وہ اس کے بعد اللہ کی نعمت وکرامت اوراس کے اَجر وثواب کوملاحظہ کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

ليس للمؤمن راحة دون لقاء اللّٰه .

یعنی ایک مردِ مومن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ملاقات کیے بغیر راحت وچین میسر ہی نہیں آسکتا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

ما من مؤمن إلا و الموت خير له، و ما من كافر إلا و الموت شر له، فمن لم يصدقني فإن اللّٰه تعالىٰ يقول: **وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ** (۱) . و يقول: **وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ** . (۲)

یعنی موت ہر مومن کے لیے سوغاتِ خیر ہے، اور ہر کافر کے لیے سامانِ شر ہے۔ اگر کسی کو میری اس بات سے اتفاق نہیں تو (کوئی بات نہیں) فرمانِ باری

(۱) سورۂ آل عمران:۳/۱۹۸۔ (۲) سورۂ آل عمران:۳/۱۷۸۔

تعالیٰ دیکھیں: ''جو کچھ بھی اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہت ہی اچھا'' نیز ارشاد ہوا: ''اور کافر یہ گمان ہرگز نہ کریں کہ ہم جو انھیں مہلت دے رہے ہیں (یہ) اُن کی جانوں کے لیے بہتر ہے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

ما من بر و لا فاجر إلا و الموت خير له من الحياة، إن كان براء، فقد قال الله تعالىٰ: وَ مَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ لِلۡأَبۡرَارِ (۱) و إن كان فاجرا، فقد قال الله تعالىٰ: وَ لَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمۡلِي لَهُمۡ خَيۡرٌ لِأَنۡفُسِهِمۡ إِنَّمَا نُمۡلِي لَهُمۡ لِيَزۡدَادُوا إِثۡمًا وَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ٥ (۲)

یعنی موت ہر کسی کے لیے اس کی زندگی سے بہتر ہے چاہے وہ نیکوکار ہو یا بدکار۔ اگر وہ نیکوکار ہے تو پھر اس کے لیے اس ارشادِ خداوندی میں مژدہ ہے: ''جو کچھ بھی اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہت ہی اچھا''۔ اور اگر بدکار ہے تو پھر اس کے لیے اس فرمانِ الٰہی میں تنبیہ ہے: ''اور کافر یہ گمان ہرگز نہ کریں کہ ہم جو انھیں مہلت دے رہے ہیں (یہ) اُن کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو (یہ) مہلت انھیں صرف اس لیے دے رہے ہیں کہ وہ گناہوں میں اور بڑھ جائیں اور ان کے لیے (بالآخر) ذلت آمیز عذاب ہے''۔

حضرت ابو مالک اشعری سے مروی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰهُمَّ حَبِّبِ الْمَوتَ إِلَى مَنْ يَعْلَمُ أَنِّي رَسُولُكَ. (۳)

---

(۱) سورۂ آل عمران: ۱۹۸/۳۔ (۲) سورۂ آل عمران: ۱۷۸/۳۔

(۳) معجم کبیر طبرانی: ۲۷۸/۳ حدیث: ۳۳۷۹...... مسند شامیین: ۳۰۲/۵ حدیث: ۱۶۵۳...... مجمع الزوائد: ۳/ ۲۹۸...... کنز العمال: ۲۰۴/۲ حدیث: ۳۷۶۷۔

یعنی اے پروردگار! جسے میری رسالت پر ایمان ویقین ہے اس کے دل میں موت کی محبت جاں گزیں فرمادے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن حفظت وصيتي فلا يكون شيء أحب إليك من الموت .

یعنی میری وصیت ونصیحت اگر تمہارے دل میں بیٹھ گئی تو پھر (سمجھ لو کہ) تمہاری نگاہ میں موت سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہوگی۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما أهدى إلي أخ هدية أحب إلي من السلام، و لا بلغني عنه خبر أحب من موته .

یعنی کسی برادرِ دینی کے سلام سے بڑھ کر کوئی تحفہ مجھے محبوب نہیں۔ نیز کسی اسلامی بھائی کی موت کی خبر سے بڑھ کر کوئی خبر مجھے پیاری نہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

أتمنى لحبيبي أن يعجل موته .

یعنی میں اپنے دوست کے لیے جلد آنے والی موت کا آرزومند ہوں۔

حضرت محمد بن عبدالعزیز تیمی فرماتے ہیں:

قيل لعبد الأعلىٰ التيمي: ما تشتهي لنفسك و لمن تحب من أهلك؟ قال: الموت .

یعنی حضرت عبدالاعلی تیمی سے دریافت کیا گیا کہ آپ اپنے لیے کیا پسند کرتے ہیں اور اپنے اہل کے لیے کس کو محبوب رکھتے ہیں؟ فرمایا: (صرف اور صرف) موت کو۔

حضرت ابن عبید اللہ ؒ حضرت مکحول سے پوچھتے ہیں :

أتحب الجنة؟ قال: و من لا یحب الجنة، قال: فأحب الموت فإنک لن تری الجنة حتی تموت .

یعنی کیا آپ جنت کے آرزومند ہیں؟ کہا۔ بھلا جنت میں کون نہیں جانا چاہے گا!۔ فرمایا: تو پھر موت سے محبت کرنا سیکھ لے؛ کیوں کہ دریاے موت عبور کیے بغیر تم دیدارِ جنت نہیں کر سکتے۔

حضرت حبان بن اسود فرماتے ہیں :

الموت خیر یوصل الحبیب إلی الحبیب .

یعنی موت کتنا بہترین (پل ہے) جو ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچا دیتا ہے۔

حضرت مسروق نے ارشاد فرمایا :

ما من شیء خیر للمؤمن من لحد، فمن لحد فقد استراح من هموم الدنیا و اَمن من عذاب اللہ .

یعنی ایک مومن کے لیے لحد (اور قبر) سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں؛ کیوں کہ جسے درگور کر دیا گیا اسے دنیا کے فکر وغم سے نجات مل گئی اور عذابِ الٰہی سے اَمان نصیب ہوگیا۔

حضرت طاؤس فرماتے ہیں :

لا یحرز دین الرجل إلا حفرته .

یعنی ایک انسان کا دین صرف اس کی قبر ہی محفوظ رکھ سکتی ہے۔

حضرت عطیہ فرماتے ہیں :

أنعم الناس جسداً في لحد قد أمن من العذاب .

یعنی انسان کا جسم سب سے زیادہ قبر میں آرام پاتا ہے کہ جہاں وہ عذاب سے مامون ومحفوظ کر دیا جاتا ہے۔

حضرت سفیان فرماتے ہیں :

كان يقال للموت راحة للعابدين .

یعنی موت کو اَرباب زہد وعبادت کی آسائش وراحت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت ربیعہ بن زہیر فرماتے ہیں :

قيل لسفيان الثوري كم تتمنى الموت، وقد نهى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: لو سألني ربي لقلت يا رب لثقتي بك و خوفي من الناس كأني لو خالفت واحداً فقلت حلوة، و قال: مرة لخفت أن يتعاطى دمي .

یعنی ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری سے پوچھا گیا کہ آپ موت کی اتنی تمنا کیوں کرتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے؟ فرمایا: اگر یہی سوال پروردگار نے مجھ سے کر دیا تو میں کہوں گا: اے پروردگار! تیری ذات پر اعتمادِ کامل اور لوگوں کی ڈر کی وجہ سے (میں موت کی تمنا کیا کرتا تھا) گویا کہ اگر کوئی میری مخالفت کرے تو میں یہ کہوں گا کہ شیریں بات کہی ہے اور کڑوی کہوں تو مجھے خوف زدہ رہنا چاہیے کہ کہیں وہ میرا خون نہ بہادے۔

حضرت خطابی فرماتے ہیں کہ ہمارے کسی دوست نے منصور بن اسماعیل کے سامنے یہ اَشعار پڑھے۔

إذا مدحوا الحياة فأكثروا ❁ في الموت ألف فضيلة لا تعرف

منها أمان لقائه بلقائه ❁ و فراق كل معاشر لا ينصف

یعنی جب تم زندگی کی اتنی تعریف وتوصیف کیے جارہے ہوتو موت کے تو اس سے ہزار گنا زیادہ فضائل ومناقب بیان کرنے چاہئیں۔

کیوں کہ موت کے باعث محبوب سے شوقِ ملاقات کی حسرتیں پوری ہوجاتی ہیں۔ اور ایک ایسے معاشرے سے نجات مل جاتی ہے جس میں حق وانصاف نہیں ہے۔

اس پر حضرت خطابی نے فرمایا :

يبكي الرجال على الحياة و قد ❁ أفنى دموعي شوقي إلى الأجل

أموت من قبل أن الدهر يعثُرُ بي ❁ فإنني أبدا منه على وجل

یعنی لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ زیادہ جینے کے لیے اشک ریزیاں کرتے رہتے ہیں۔ مگر میرا حال یہ ہے کہ موت کی شوقِ ملاقات نے آنسوؤں کا سارا سوتا خشک کرکے رکھ دیا ہے۔

خدا کرے کہ میں اس سے پہلے مرجاؤں کہ لوگ مجھے ٹھکرائیں؛ بس مجھے تو ہمیشہ اِسی کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔

موت ! تنگ گھر سے کشادہ گھر کا سفر

علماے کرام فرماتے ہیں کہ موت' نہ تو مکمل مٹاتی ہے اور نہ ہی مکمل فنا کرتی ہے، بلکہ وہ تو صرف روح کے تعلق کو بدن سے منقطع کردیتی ہے، اور ان دونوں کے درمیان فصل و جدائی کی خلیج کھود دیتی ہے۔ بس حالت تبدیل ہوجاتی ہے اور ایک گھر سے دوسرے

گھر کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت بلال بن سعد فرماتے ہیں :

إنكم لم تخلقوا للفناء، و إنما خلقتم للخلود و الأبد، و لكنكم تنتقلون من دار إلى دار .

یعنی تمہیں (ہمیشہ کے لیے) فنا کے گھاٹ اُتار دینے کے لیے نہیں تخلیق کیا گیا ہے، بلکہ تمہیں ہمیشہ اَبدالآباد تک باقی رکھنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے؛ لیکن (ہاں موت سے صرف اِتنا ہوتا ہے کہ) تم ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہو۔

حضرت ابن قاسم نے فرمایا :

للنفس أربعة دور كل دار أعظم من التي قبلها .

الأولىٰ: بطن الأم، و ذلك محل الضيق و الحصر و الغم و الظلمات الثلاث .

و الثاني: هي الدار التي أنشأتها و ألفتها و اكتسبت فيها الشر و الخير .

والثالثة: هي دار البرزخ و هو أوسع من هذه الدار و أعظم و نسبة هذا الدار إليها كنسبة البطن إلى هذه .

و الرابعة: هي دار القرار الجنة أو النار، و لها في كل دار من هذه الدور حكم و شأن غير شأن الأخرىٰ –انتهىٰ–

یعنی جانؔ چار مرحلوں سے گزرتی ہے،اور ہر مرحلہ گزشتہ مرحلہ سے بڑا اور وسیع ہوتا ہے۔

پہلا مرحلہ: شکم مادر۔نہایت تنگی و قبض کی جگہ، جہاں ظلمت و غم اور تہری تاریکیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

دوسرا مرحلہ: (دنیا) جہاں اس کی پرورش و پرداخت ہوئی، الفت و محبت قائم ہوئی اور جہاں اس نے اچھائی و برائی کے کام سرانجام دیے۔

تیسرا مرحلہ: برزخی زندگی، جو کہ دنیا سے کہیں زیادہ وسیع و عظیم ہوتی ہے۔ اور اس دنیا کی نسبت اُس برزخی دنیا سے ایسی ہی ہے جیسے شکم مادر۔

چوتھا مرحلہ: ہمیشگی کا گھر، اب وہ جنت ہو یا جہنم۔ اِن گھروں کے مقابلے میں اُس کی شان وشوکت اور آن بان کچھ اور ہی ہے۔

مراسیل حضرت سلیم بن عامر حباری میں مرفوعاً نقل ہے :

إن مثل المؤمن في الدنيا كمثل الجنين في بطن أمه إذا خرج من بطنها بكى على مخرجه، حتى إذا رأى الضوء و رضع لم يحب أن يرجع إلى مكانه، وكذلك المؤمن يجزع من الموت فإذا مضى إلى ربه لم يحب أن يرجع إلى الدنيا كما لم يحب الجنين أن يرجع إلى بطن أمه .

یعنی مومن کی مثال اس دنیا میں ایسی ہی ہے جیسے بچہ رحم مادر میں کہ جب وہ ماں کے شکم سے نکلتا ہے تو رونے لگتا ہے پھر جب روشنی سے واسطہ پڑتا ہے اور کھانے پینے لگتا ہے تو اب پھر دوبارہ پلٹ کر اس جگہ (شکم مادر میں) جانا پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح مومن موت سے ڈرتا رہتا ہے پھر جب وہ اپنے رب کے حضور پہنچ جاتا ہے تو پھر اس دنیا میں آنے کو اس کا جی نہیں چاہتا۔ بالکل ایسے ہی جیسے بچہ دوبارہ اپنی ماں کے رحم میں جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی کہ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ما شبهت خروج ابن آدم من الدنيا إلا كمثل خروج الصبي من بطن أمه من ذلك الغم و الظلمة إلى روح الدنيا.

یعنی بنی آدم کے اِس دنیا سے کوچ کرنے کی کیفیت بالکل ایسے ہی ہوتی ہے جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کے تیرہ وتار شکم سے نکل کر فضائے دنیا میں آتا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما على الأرض من نفس تموت و لها عند الله خير تحب أن ترجع إليكم و لها نعيم الدنيا و ما فيها.

یعنی روئے زمین پر موجود اِنسانوں میں جب بھی کوئی مرتا ہے تو اس کے لیے اللہ کے پاس کچھ نہ کچھ خیر ضرور ہوتی ہے۔ وہ انسان پھر تمہاری طرف پلٹ کر جانا چاہتا ہے حالاں کہ وہاں اُسے دنیا و مافیہا کی ساری نعمتیں میسر ہوتی ہیں۔

بوقتِ موت بندۂ مومن پر نوازشیں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن العبد المؤمن إذا كان في انقطاع من الدنيا و إقبال على الأخرة نزل إليه ملائكة من السماء بيض الوجوه، كأن وجوههم الشمس معهم أكفان من أكفان الجنة و حنوط من حنوط الجنة حتى يجلسوا منه مد البصر، ثم يجيء ملك الموت يجلس عند رأسه فيقول: أيتها النفس المطمئنة أخرجي إلى مغفرة من الله و رضوان فتخرج تسيل كما تسيل القطرة من السقاء، و إن كنتم ترون غير ذلك فيخرجونها فإذا أخرجوها لم يدعوها في

يده طرفة عين، فيجعلونها في تلك الأكفان و الحنوط و يخرج منها كأطيب نفحة مسك على وجه الأرض، فيصعدون بها فلا يمرون على ملأ من الملائكة إلا قالوا: ما هذه الروح الطيبة؟ فيقولون: فلان بن فلان بأحسن أسمائه التي كانوا يسمونه بها في الدنيا حتى ينتهوا به إلى السماء التي تليها حتى ينتهي بها إلى السماء السابعة، فيقول الله تعالىٰ: اكتبوا كتابه في عليين و أعيدوه إلى الأرض، فيعاد روحه في جسده فيأتيه ملكان فيجلسان فيقولان له: من ربك و ما دينك؟ فيقول: الله ربي و الإسلام ديني، فيقولان له: ما هذا الرجل الذي بعث إليكم و فيكم؟ فيقول: هو رسول الله ، فيقولان له: و ما علمك؟ فيقول قرأت كتاب الله تعالىٰ و آمنت به و صدقته، فينادي مناد من السماء أن صدق عبدي، فافرشوا له من الجنة، و ألبسوه من الجنة، و افتحوا له باباً إلى الجنة، فيأتيه من ريحها و طيبها و يفسح له في قبره مد بصره، و يأتيه رجل حسن الثياب طيب الرائحة فيقول له: أبشر بالذي يسرك هذا يومك الذي كنت توعد، فيقول له: من أنت فوجهك يجيء بالخير؟ فيقول: أنا عملك الصالح، فيقول: رب أقم الساعة رب أقم الساعة، حتى أرجع إلى أهلي و مالي . (۱)

---

(۱) مشکوۃ المصابیح: ۱/۳۶۸ حدیث: ۱۶۳۰...... مسند احمد: ۳۷/۴۹۰ حدیث: ۱۷۸۰۳...... مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۲۵۶ حدیث: ۱۸۵...... تہذیب الآثار طبری: ۲/۲۱۳ حدیث: ۱۷۲...... الرد علی الجھمیۃ دارمی: ۱/۵۷ حدیث: ۵۳...... الزہد لہناد بن سری: ۱/۲۷۰ حدیث: ۳۳۳...... الشریعہ آجری: ۲/۲۵۲ حدیث: ۸۵۷...... مجمع الزوائد: ۳/۴۹ ...... مسند جامع: ۶/۲۳۱ حدیث: ۱۷۲۶۔

یعنی بندۂ مومن کے اِس دنیا سے چل چلاؤ کا جب وقت آجاتا ہے اور وہ سفر آخرت پر روانہ ہونے کے لیے تیار ہوجاتا ہے تو آسمان سے آفتاب کی مانند درخشاں چہروں والے فرشتے اپنے ساتھ دو جنتی کفن، اور بہشتی خوشبو لے کر اس کے پاس آتے ہیں، اور ایک لمحہ کے لیے اس کے پاس بیٹھتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں: اے اطمینان پا جانے والی جان! اللہ کی مغفرت و رضوان کی طرف نکل چل۔ تو وہ مشک سے رِستے ہوئے پانی کی طرح رِستی ہوئی نکلتی ہے۔ اگر تم ان فرشتوں کو اس مرنے والے کے سوا دیکھو تو انھیں نکال دو۔ پھر وہ روح کو نکال لیتے ہیں، نکلنے کے بعد پلک جھپکنے کے برابر وہ ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، اور خوشبو لگا کر وہ اس کی تکفین کرتے ہیں، اب اس سے ایسی خوشبو پھوٹتی ہے کہ شاید پورے روئے زمین پر کہیں ایسی خوشبو کا وجود نہ ہو۔ پھر اسے اوپر لے جاتے ہیں۔ اب فرشتوں کے جس گروہ سے گزرتے ہیں وہ پوچھ اُٹھتے ہیں: یہ بھینی سہانی خوشبو کیسی ہے؟ تو وہ نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ دنیا میں اس کے پکارے جانے والے نام کو لے کر فرماتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمان پر اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: اس کا نامہ اعمال علیین میں لکھ کر اِسے زمین کی طرف لوٹا دو؛ اس طرح اُس کی روح دوبارہ اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے۔

اب اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: اللہ میرا رب ہے۔ اور اسلام میرا دین ہے۔ فرشتے پوچھتے ہیں: اِس 'شخص' کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جو تمہاری طرف مبعوث ہوا تھا؟ وہ کہتا ہے: یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہیں۔فرشتے پوچھتے ہیں: تمہیں یہ کس طرح علم ہوا؟ وہ کہتا ہے: ہاں میں نے کتاب اللہ پڑھی ،اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔اب آسمان کی بلندیوں سے یہ ندا آئے گی کہ میرے بندے نے سچ کہا۔اس کے لیے جنتی فرش بچھادو، اسے بہشتی جوڑے پہنادو،اور اس کے لیے جنت کو جاتا ہوا ایک راستہ کھول دو، تاکہ اسے جنت کی ہوا و خوشبو ملتی رہے۔اور پھر تا حد نظر اس کی قبر وسیع کردی جاتی ہے۔پھر اس کے پاس خوشبوؤں میں بسا ہوا ایک خوش پوش شخص آکر کہتا ہے: اب جیسے چاہو خوشیاں مناؤ۔یہی وہ دِن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔ وہ پوچھتا ہے: -اللہ تمہیں سدا خوش رکھے -یہ تو بتاؤ تم ہو کون؟ وہ کہتا ہے: میں تمہارا نیک عمل ہوں۔(یہ سن کر وہ) پکار اُٹھتا ہے: اے پروردگار! قیامت برپا فرمادے۔اے پروردگار! قیامت بپا کردے تاکہ میں اپنے انجام کو پہنچ سکوں۔

حضرت ابن ابی الدنیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

إن المؤمن إذا احتضر و رأى ما أعد الله له جعل يتهوع نفسه من الحرص على أن تخرج فهناك أحب لقاء الله و أحب الله لقاءه، و إن الكافر إذا احتضر و رأى ما أعد له جعل يتبلع نفسه كراهية أن تخرج، فهناك كره لقاء الله و كره الله لقاءه.

یعنی جب مومن کے (اس دنیا سے) چل چلاؤ کا وقت آپہنچتا ہے اور وہ اپنے لیے اللہ کی تیارہ کردہ چیزوں کو (سر کی آنکھوں سے) دیکھ لیتا ہے تو وہ (یہاں سے جلد از جلد) نکلنے کی جی توڑ کوشش کرتا ہے؛ کیوں کہ وہ اللہ سے ملاقات کے شوق میں بے تاب ہوتا ہے اور اللہ اس سے ملنے کا مشتاق ہوتا ہے۔اور جب کسی

کافر کی موت کا وقت آتا ہے اور وہ اپنے لیے تیار کردہ چیزوں کو دیکھتا ہے تو اس کا جی (یہاں سے کسی طور) نکلنے کو تیار نہیں ہوتا؛ کیوں کہ وہ (اپنے برے کرتوت کے باعث) اللہ سے ملنا پسند نہیں کرتا اور نہ اللہ ہی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے۔

حضرت جعفر بن محمد اپنے باپ سے، وہ ابن الخزرجی سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت یہ فرماتے ہوئے سنا جب کہ آپ نے ملک الموت کو ایک انصاری شخص کے سرہانے بیٹھے ہوئے دیکھا :

یا ملک الموت ارفق بصاحبي فإنه مؤمن، فقال ملک الموت: طب نفساً و قر عيناً و اعلم أني بكل مؤمن رفيق .

یعنی اے ملک الموت! میرے اس صحابی سے نرمی ومہربانی کے ساتھ پیش آ؛ کیوں کہ اس کا دل نورِ ایمان سے منور ہے۔ ملک الموت نے عرض کیا: اللہ آپ کو خوش رکھے، اور آپ کی چشمانِ مبارک ٹھنڈی رہیں۔ آپ کو اِس بات کا علم الیقین کر لینا چاہیے کہ میں ہر مومن سے رفاقت رکھتا ہوں اور اس کے ساتھ مہربانی ہی کا معاملہ کرتا ہوں۔

حضرت کعب سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا: مجھے تم اپنی وہ شکل دِکھاؤ جس میں تم کسی مومن کی روح قبض کرنے جاتے ہو، چنانچہ ملک الموت نہایت دلکش و پر کشش انداز میں ان کے سامنے جلوہ کناں ہوئے۔ (یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم نے) فرمایا :

لو لم یر المؤمن عند موته من قرة العين و الكرامة إلا صورتک هذه لكانت تكفيه .

یعنی ایک مومن اگر اپنی جانکنی کے عالم میں دیدہ و دل کو تسکین فراہم کرنے والی اور کوئی عزت و کرامت نہ بھی دیکھے، صرف آپ کو اِس صورت میں دیکھ لے تو یہ اس کے لیے کافی ہوگی (اسے مزید کسی چیز کی حاجت نہ رہے گی)۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں :

إذا قبض روح العبد المؤمن عرج به إلى السماء فينطلق معه المقربون، ثم عرج به إلى الثانية، ثم إلى الثالثة، ثم إلى الرابعة، ثم إلى الخامسة، ثم إلى السادسة، ثم إلى السابعة حتى ينتهوا به إلى سدرة المنتهىٰ فيقولون: ربنا عبدک فلان، وهو أعلم به، فيأتيه صک مختوما بأمانه من العذاب فذلک قوله تعالىٰ: كَلَّا إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي عِلِّيِّينَ، وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ، كِتَابٌ مَرْقُومٌ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ٥ (سورۂ مطففین:۸۳/۱۹تا۲۱)

یعنی جب کسی بندۂ مومن کی روح قبض کی جاتی ہے تو اللہ کے مقرب فرشتے اسے اپنی جلو میں لے کر اوپر جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ دوسرے آسمان پر پہنچتے ہیں، پھر تیسرے پر، پھر چوتھے پر، پھر پانچویں پر، پھر چھٹویں پر، پھر ساتویں پر حتیٰ کہ وہ اسے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: اے پروردگار! تیرے فلاں بندہ (کی روح) حاضر ہے۔ حالاں کہ اللہ اس سے اچھی طرف واقف ہوتا ہے۔ پھر عذاب سے رہائی کا ایک سربہ مہر نامہ اس کے حوالے کردیا جاتا ہے۔ یہی مطلب ہے اِس اِرشادِ الٰہی کا: یہ (بھی) حق ہے کہ بے شک نیکوکاروں کا نوشتۂ اعمال علیین (یعنی دیوان خانہ جنت) میں ہے۔ اور آپ نے کیا جانا کہ علیین کیا ہے؟ یہ (جنت کے اعلیٰ درجہ میں اس بڑے دیوان کے اندر) لکھی ہوئی (ایک) کتاب ہے (جس میں ان جنتیوں کے نام اور اعمال

درج ہیں جنھیں اعلیٰ مقامات دیے جائیں گے)۔اس جگہ (اللہ کے) مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن المؤمن إذا كان في إقبال من الآخرة، و إدبار من الدنيا نزل ملائكة من السماء كأنهم وجوههم الشمس بكفنه و حنوطه من الجنة، فيقعدون حيث ينظر إليهم، فإذا خرجت روحه صلى عليه كل ملك من السماء و الأرض . (۱)

یعنی ایک مردِ مومن جب دنیا کو پیٹھ دِکھا کر سفرِ آخرت کے لیے آمادہ ہوتا ہے تو اس وقت آفتاب صورت فرشتے آسمان سے جنتی خوشبو و کفن لے کر اُترتے ہیں، اوراس کے پاس آکر اس طرح بیٹھتے ہیں کہ وہ مردِ مومن انھیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ پھر جب اس کی روح نکلتی ہے تو زمین و آسمان کے سارے فرشتے اس کے لیے خیر و عافیت نزولِ رحمت اور ترقی درجات کی دعائیں کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن المؤمن إذا قبض أتته ملائكة الرحمة بحريرة بيضاء فتخرج كالطيب و أطيب من ريح المسک حتى إنه يناوله بعضهم بعضا فيسمونه بأحسن الأسماء له حتى يأتوا به باب السماء فيقولون: ما هذه الريح التي جاء ت من الأرض؟ و كلما أتو سماء قالوا مثل ذلک حتى يأتوا به أرواح

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۵۹/۳۸حدیث: ۱۷۸۷۲...... مصنف عبد الرزاق: ۵۸۰/۳حدیث: ۶۷۳۷...... تہذیب الآثار طبری: ۲۲۲/۲حدیث: ۱۸۱...... السنۃ لعبد اللہ بن احمد: ۶۲/۳ ۳حدیث: ۱۳۱۶۔

المؤمنين فلم يكن لهم فرح أفرح من أحدهم عند لقائه، و لا قدم علی أحد كما قدم عليهم، فيسألونه ما فعل فلان بن فلان ؟ فيقولون : دعوه حتى يستريح فإنه كان في غم الدنيا. (۱)

یعنی جب کسی بندۂ مومن کی روح قبض ہوتی ہے تو اس کے پاس فرشتگانِ رحمت سفید ریشمی جوڑے میں حاضر ہوتے ہیں، (اس مومن کی) روح (اس کے جسد خاکی) سے نکلتے وقت بوئے مشک سے کہیں زیادہ خوشبودار ہوتی ہے، پھر فرشتے روح کی ایک دوسرے سے ملاقات کراتے ہیں اور بہترین ناموں کے ساتھ تعارف کراتے ہیں۔ پھر اسے لے کر وہ آسمانِ اول پر پہنچتے ہیں جہاں ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آج زمین سے یہ کیسی بھینی بھینی خوشبو آرہی ہے؟ اسی طرح وہ جس آسمان پر بھی پہنچتے ہیں کچھ یہی سوال ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے لے کر مومنوں کی روحوں کے پاس جا پہنچتے ہیں۔ روحیں اس سے مل کر اس قدر خوش ہوتی ہیں کہ شاید ہی کسی اور چیز سے کبھی انھیں اتنی خوشی محسوس ہوئی ہو، اور جس طرح وہ اس کا خیر مقدم کرتی ہیں شاید کسی اور کا ایسا کبھی خیر مقدم کیا ہو۔ اب وہ روحیں اس سے پوچھتی ہیں کہ ذرا بتاؤ فلاں بن فلاں کیسا تھا، کیا کر رہا تھا؟ تو وہ کہتی ہے: اسے بلایا گیا اور اس نے دنیا کے غموں سے سلامتی کے ساتھ جانے پر خوشی کا اظہار کیا۔ تو فرشتے کہتے ہیں: اسے ذرا مہلت دو کہ کچھ آرام کر لے کیوں کہ یہ روح دنیا کے غم کدے سے آرہی ہے۔

حضرت براء بن عازب حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

(۱) صحیح ابن حبان: ۲۳/۱۳ حدیث: ۳۰۷۸..... موارد الظمآن: ۱/۱۸۷۔

إن المؤمن إذا احتضر أتته الملائكة بحريرة فيها مسك و عنبر و ريحان فتسل روحه كما تسل الشعرة من العجين، و يقال: أيتها النفس المطمئنة اخرجي راضية مرضيا عليك إلى رَوح الله و كرامته، فإذا خرجت روحه وضعت على ذلك المسك و الريحان و طويت عليه الحريرة و ذهب به إلى عليين . (۱)

یعنی جب بندۂ مومن کی زندگی کا چراغ گل ہونے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتے ایک ریشمی ٹکڑے میں مشک وعنبر اور روحانی رزق واستراحت (کا سامان) لے کر حاضر ہوتے ہیں، پس اس کی روح ایسے ہی (آسانی کے ساتھ) نکل جاتی ہے جس طرح بال گندھے ہوئے آٹے سے نکل جاتا ہے۔ اور پھر اس سے کہا جاتا ہے: اے اطمینان پاجانے والے نفس! تو اپنے رب کی رحمت وکرامت کی طرف اس حال میں نکل کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کا مطلوب بھی۔ جب اس کی روح نکل جاتی ہے تو اس کے اوپر مشک وریحان کو چھڑک دیا جاتا ہے اور پھر اسے ریشم کے ٹکڑے میں لپیٹ کر علیین میں بھیج دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ”وَ السَّابِحَاتِ سَبْحاً“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

أرواح المؤمنين لما عاينت ملك الموت قال: اخرجي أيتها النفس المطمئنة إلى روح و ريحان و رب غير غضبان، سبحت سبح الغائض في الماء فرحا و شوقا إلى الجنة (فَالسَّابِقَاتِ سَبْقاً) يعني تمشي إلى كرامة الله عزوجل .

---

(۱) تخریج احادیث الاحیاء: ۹/۴۳۳۱ حدیث: ۴۳۳۱۔

یعنی ملک الموت جب مومنوں کی روحوں کو دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں: اے اطمینان پا جانے والی جان! اب تو سرور و فرحت، روحانی رزق و استراحت اور راضی رب کی طرف نکل چل؛ کیوں کہ تو نے غرق آب ہونے والے کی طرح جنت پانے کی لگن اور اپنے رب سے ملاقات کے شوق میں ڈوب کر عبادت و بندگی کی ہے۔ "فالسابقات سبقاً" تو اب چل آگے بڑھ اور اللہ کی عزت و کرامت (میں حصہ بٹانے میں سبقت مار لے جا)۔

حضرت عبید اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی پر موت طاری کرتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتوں کو بہشتی خوشبو اور حلہ لے کر بھیجتا ہے، وہ کہتے ہیں: اے اطمینان پا جانے والی جان! چل سرور و فرحت، روحانی رزق و استراحت اور راضی رب کی طرف نکل چل۔ چل دیکھ تو نے کتنے اچھے اعمال آگے بھیج رکھے ہیں۔ تو وہ روح مشک سے کہیں زیادہ خوشبو دار شکل میں (جسد خاکی سے) نکلے گی۔

(جب اوپر جائے گی تو) آسمان کے کناروں پر کھڑے فرشتے کہیں گے: واہ سبحان اللہ! آج ہمیں زمین سے کتنی پیاری خوشبو محسوس ہوئی ہے، اب وہ جس دروازے سے بھی گزرے گی وہ کھلتا چلا جائے گا، اور ہر فرشتہ اس کو دعائیں دے رہا ہوگا، اسی طرح وہ فرشتوں کی مشایعت میں چلتی چلتی حضورِ الٰہ میں جا پہنچے گی، فرشتے حق تعالیٰ کے آگے سجدے میں گر کر عرض کریں گے: مولا! یہ تیرا فلاں بندہ ہے جس کی روح ہم نے قبض کر لی ہے اور اس کا تجھے پورا پورا علم بھی ہے، تو اللہ فرمائے گا: اسے سجدہ کرنے کے لیے کہو چنانچہ وہ روح سجدے میں گر پڑے گی۔

پھر حضرت میکائیل کو بلا کر کہا جائے گا: اس روح کو مومنوں کی روحوں میں شامل کر لو، اور قیامت کے دن تم سے اس کی بابت پوچھا جائے گا۔ پھر اس کی قبر کے لیے (خصوصی) حکم جاری ہوگا تو وہ طول و عرض میں ستر ستر گز پھیل کر کشادہ ہو جائے گی۔

پھراس میں ریشم ودیبا بچھایا جائے گا۔اب اگراس کے پاس قرآن کا کچھ حصہ ہوگا تو وہ قبر میں روشنی کا کام دے گا، ورنہ (غیب سے) اُس کے لیے آفتاب کی سی روشنی کا انتظام کردیا جائے گا۔پھر جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جائے گی جس سے وہ اپنی بہشتی رہائش گاہ کا صبح وشام نظارہ کرتا رہے گا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جب بندۂ مومن کی قضا آتی ہے تو پانچ سو فرشتے اس کی روح قبض کرنے آتے ہیں، پھراس کی روح کو لے کر آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں جہاں اس کی ملاقات پہلے سے آئی ہوئی مومنوں کی روحوں کے ساتھ ہوتی ہے،وہ روحیں اس سے کچھ خیروخبر معلوم کرنا چاہتی ہیں مگر فرشتے کہتے ہیں: اس پر ذرا رحم کرو کیوں کہ یہ دنیا سے بڑے بڑے درد وکرب سہ کر آرہی ہے۔پھر وہ اس سے لوگوں کے احوال پوچھتی ہیں، تو وہ روح انھیں ان کے بھائیوں اور دوستوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے کہتی ہے:وہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسا تم انھیں چھوڑ کر آئے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن کی روح اس طرح نکلتی ہے کہ وہ مشک سے کہیں زیادہ پاکیزہ خوشبو میں بسی ہوتی ہے،پھر فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں جہاں کچھ دوسرے آسمانی فرشتے دریافت کرتے ہیں: تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ جواب دیتے ہیں: فلاں اور اس کی حسن کارکردگی اور عمل خیر کی تعریف و توصیف کرتے ہیں۔

اس پر وہ کہتے ہیں: اللہ تمہیں اور جو تمہارے ساتھ ہے سلامت رکھے۔پھر اس کے لیے آسمانی دروازے کھول دیے جاتے ہیں، یہ فرشتے اسے لے کر اسی دروازے سے چڑھتے ہیں جس میں اس کا عمل ہوتا ہے چنانچہ اس کا چہرہ چمک اُٹھتا ہے۔پھر جب اسے حق تعالیٰ کی جناب میں پیش کیا جاتا ہے تو اس کا آفتاب کی مانند چمکتا ہوا چہرہ (اس کے نیکوکار ہونے کی) دلیل کا کام کرتا ہے۔

حضرت ضحاک اِرشادِ باری تعالیٰ "وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

الناس یجھزون بدنہ، والملائکۃ یجھزون روحہ .

یعنی لوگ مردے کے جسم و بدن کی آرائش و زیبائش میں مصروف ہیں حالاں کہ فرشتے اس کی روح کو سنوارنے نکھارنے میں لگے ہوئے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ اس کی کچھ نیک علامتیں اور آثار نہیں دیکھ لیتا۔

پھر جب اس کی روح قبض کی جاتی ہے تو ایک آواز پھوٹتی ہے جسے انسان و جنات کے علاوہ گھر کے اندر موجود سارے چھوٹے بڑے جانور اور چوپائے سنتے ہیں کہ مجھے اَرحم الراحمین پروردگار کے پاس جلدی لے کر چلو۔

پھر جب اسے تختے پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: اتنی دیر کیوں ہے چلتے کیوں نہیں؟

پھر جب اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو (اُٹھانے والے آکر) اُسے اُٹھاتے ہیں، پھر وہ جنت میں اپنی رہائش اور جو کچھ اللہ نے اس کے لیے تیار کر رکھا ہے اس پر نگاہیں جمالیتا ہے۔ ساتھ ہی اس کی قبر مشک و عنبر، فرحت و سرور اور روحانی رزق و استراحت سے بھر دی جاتی ہے۔

اب وہ عرض کرتا ہے: اے پروردگار! مجھے آگے جانے کی اجازت دے۔ تو اس سے کہا جاتا ہے: تمہارے کچھ بھائی اور بہنیں ابھی نہیں پہنچے ہیں، (ان کے آنے تک) چین کی نیند سوؤ تا کہ تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو۔

حضرت ابن جریج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا :

إذا عاين المؤمن الملائكة قالوا نرجعك إلى الدنيا؟ فيقول إلى دار الهموم و الأحزان، قدماني إلى الله تعالىٰ .

یعنی جب فرشتے بندۂ مومن کے پاس (قبر میں اس کی زیارت کرنے) آتے ہیں تو کہتے ہیں: کیا دنیا میں جانا چاہو گے؟ تو وہ کہتا ہے: کیا تم حزن و کرب کے گھر میں (دوبارہ) جانے کی بات کر رہے ہو، (نہیں بلکہ) مجھے اللہ کی بارگاہ تک پہنچانے کی زحمت کرو۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

تخرج روح المؤمن في ريحانة، ثم قرأ "فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّ جَنَّةُ نَعِيمٍ ٥ (1)

یعنی مومن کی روح پھول اور خوشبو کی شکل میں نکلتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: پھر اگر وہ (وفات پانے والا) مقربین میں سے تھا تو (اس کے لیے) سرور و فرحت اور روحانی رزق و استراحت اور نعمتوں بھری جنت ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادِ باری تعالیٰ "فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ رَوح و ریحان یہ دونوں بندۂ مومن کی موت کے وقت اسے پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت بکر بن عبید اللہ فرماتے ہیں :

إذا أمر ملك الموت بقبض روح المؤمن أتى بريحان من الجنة، فقيل له اقبض روحه فيه .

---

(1) سورۂ واقعہ:۵۶/۸۸تا۸۹۔

یعنی جب ملک الموت کو کسی بندۂ مومن کی روح قبض کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اپنے ساتھ جنت کی خوشبو لے کر آتے ہیں جس میں وہ اس بندے کی روح قبض کرتے ہیں۔

حضرت ابو عمران الجونی فرماتے ہیں :

بلغنا أن المؤمن إذا حضِر أتی بضبائر الریحان من الجنة فیجعل روحه فیھا .

یعنی (معتبر ذرائع سے) ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب مردِ مومن کی وفات کا وقت آ پہنچتا ہے تو (فرشتے) جنت سے خوشبوؤں کا ایک خصوصی گلدستہ ساتھ لاتے ہیں تاکہ اس میں اس کی روح کو محفوظ رکھ سکیں۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں :

تنزع روح المؤمن في حریرة من حریر الجنة .

یعنی بندۂ مومن کی روح جنت کے ریشمی پارچوں میں نکالی جاتی ہے۔

حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں :

لم یکن أحد من المقربین یفارق الدنیا حتی یؤتی بغصن من ریحان الجنة فیشمه ثم یقبض .

یعنی جب اللہ کا کوئی مقرب بندہ دُنیا سے رخصت ہونے والا ہوتا ہے تو پہلے اسے گل ہائے جنت کی ٹہنی لا کر سنگھائی جاتی ہے، پھر اسی حالت میں اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے۔

حضرت سلمان سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن أول ما یبشر به المؤمن في قبره أن یقال له: أبشر برضا اللّٰہ و الجنة، قدمت خیر مقدم، قد غفر اللّٰہ لمن یشیعک إلی قبرک، و

صدق من شهدک، و استجاب لمن يستغفر لک .

یعنی مومن کو قبر میں اولین خوش خبری یہ دی جاتی ہے کہ خوش ہو جا اللہ تجھ سے راضی ہے اور جنت تیرا ٹھکانہ ہے۔ تو نے بہترین اعمال اپنے آگے بھیجے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو بخش دیا۔ جو تیرے ساتھ موجود ہے اس کی تصدیق فرماتا اور جو تیری مغفرت مانگے اسے مقبول بناتا ہے۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا :

إذا أراد الله قبض روح المؤمن أوحى إلى ملک الموت أقرئه مني السلام فإذا جاء ملک الموت يقبض روحه قاله له: ربک يقرئک السلام .

یعنی جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی بندۂ مومن کی روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو ملک الموت کو مطلع فرماتا ہے کہ فلاں بندہ کو جا کر میری طرف سے سلام ورحمت کہہ دینا۔ اب جب ملک الموت اس کے پاس روح قبض کرنے آتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں: تیرے رب نے تجھے سلام کہا ہے۔

حضرت محمد قرظی فرماتے ہیں :

إذا استبلغت نفس العبد المؤمن عاد ملک الموت فقال: السلام عليک يا ولي الله، الله يقرئک السلام، ثم قرأ هذه الآية : "اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ" .

(۱)

(۱) سورہ نحل: ۳۲/۱۶۔

یعنی جب بندۂ مومن کی جان مبتلائے مشقت ہوتی ہے تو ملک الموت پہنچتے ہیں اور (ڈھارس دیتے ہوئے) کہتے ہیں: اے ولی اللہ! تم پر سلام و رحمت ہو۔ اللہ نے تمھیں سلام کہا ہے۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی: جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (نیکی وطاعت کے باعث) پاکیزہ اور خوش وخرم ہوں، (ان سے فرشتے قبض روح کے وقت ہی کہہ دیتے ہیں:) تم پر سلامتی ہو۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں :

إن المؤمن ليبشَّر بصلاح ولده من بعده لتقر عينه .

یعنی بندۂ مومن کو اپنے نیکو کار فرزند کی بشارت ہوتا کہ اس کے بعد اس کی آنکھوں کو وہ ٹھنڈا رکھے۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ" لَهُمُ الْبُشْرىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الآخِرَةِ" کا معنی یہ ہے کہ انھیں پتا ہوتا ہے کہ وہ قبل از موت کہاں ہیں۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ فرمانِ باری تعالیٰ "إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَ لَا تَحْزَنُوا وَ أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ" سے موت کا وقت مراد ہے۔

حضرت مجاہد نے آیت کریمہ "أَلَّا تَخَافُوا وَ لَا تَحْزَنُوا وَ أَبْشِرُوا" کا معنی یہ بیان فرمایا ہے کہ موت اور امورِ آخرت کا سوچ کر بالکل نہ ڈرو۔ اور دنیا میں جو تم اپنی اہل و اولاد اور دین چھوڑ آئے ہو اس کی ایک ذرا فکر نہ کرو؛ کیوں کہ ہم ان سب کا تمھیں نعم البدل عطا فرمادیں گے۔

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ جب کسی بندۂ مومن کو موت آتی ہے تو اس سے کہا جاتا ہے: موت سے بالکل نہ گھبراؤ، (یہ سن کر) اُس کا سارا خوف و ہراس ہرن ہوجاتا ہے۔ یوں ہی اب دنیا اور اپنے اہل وعیال کا بھی کوئی غم نہ کر، اور اپنے جنتی ہونے

کا مژدہ سن لے تو اس کا یہ ڈر بھی جاتا رہتا ہے۔ اور دنیا کی ایک ذرا فکر نہ کر؛ اس طرح اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے اور وعدۂ الٰہی سن کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو چکی ہوتی ہیں۔

حضرت حسن سے فرمانِ الٰہی ''یَا أَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَةً'' کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جب اپنے کسی بندۂ مومن کی روح قبض کرنے کا اِرادہ فرماتا ہے تو وہ روح' اللہ سے اور اللہ اس روح سے مطمئن ہو جاتا ہے۔

بیہقی نے ''المشیخة البغدادیة'' میں فرمایا کہ میں نے ابوسعید اور حسن بن علی واعظ کو، انھوں نے محمد بن حسن واعظ کو، انھوں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے کسی کتاب میں لکھا دیکھا ہے :

ان اللہ تعالیٰ یظهر علی کف ملک الموت بسم اللہ الرحمن الرحیم بخط من نور، ثم یامره أن یبسط کفیه للعارف في وقت وفاته فیریه تلک الکتابة، فإذا رأتها روح العارف طارت إلیه في أسرع من طرفة العین .

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ملک الموت کی ہتھیلی پر خطِ نور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا نقش اُبھار دیتا ہے پھر اُسے حکم دیتا ہے کہ (فلاں) عارفِ (ربانی کے پاس جاؤ اور) بوقت نزع اپنی ہتھیلی کا یہ نقش کھول کر اسے دِکھا دو۔ (کہا جاتا ہے کہ) عارف کی روح جیسے ہی اسے دیکھتی ہے پلک جھپکنے سے بھی پہلے وہ (عالم بالا کو) پرواز کر جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس سے مرفوعاً آیا ہے کہ جب اللہ تعالی ملک الموت کو میرے کسی ایسے امتی کی روح قبض کرنے کا حکم صادر فرماتا ہے جس پر جہنم واجب ہو چکی ہوتی ہے تو وہ

کہتا ہے: اسے جا کر یہ خوش خبری دینا کہ تم (اپنے گناہوں کے مطابق) جہنم میں اتنی سزا کے بھگتنے کے بعد جنت میں داخلے کے مجاز ہو گے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ رحم و کرم ہی کا معاملہ فرماتا ہے۔

مردے کی روحوں سے ملاقات اور اس سے استفسارات

حضرت ابوایوب انصاری سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن نفس المؤمن إذا قبضت تلقاها أهل الرحمة من عباد الله تعالىٰ، كما يلقون البشير من أهل الدنيا، و يقولون: انظروا صاحبكم يستريح فإنه كان في كرب شديد، ثم يسألونه ما فعل فلان و فلانة تزوجت .

یعنی جب بندۂ مومن کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو اسے اللہ کے پیکرانِ رحمت بندے ایسے ہی خوش آمدید کرتے ہیں جیسے دنیا میں کسی خوشخبری دینے والے کی آو بھگت ہوتی ہے، اور کہتے ہیں: دیکھو تمہارا دوست ابھی محوِ استراحت ہے، اور کیوں نہ ہو دنیا کے کرب وغم سے تھک ہار کر جو آرہا ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کیسے ہے؟ اور فلانہ عورت کی شادی ہوئی یا نہیں؟؟۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے آپ نے فرمایا :

إن المؤمن إذا نزل به الموت و يعاين ما يعاين يود لو خرجت روحه و الله يحب لقاء ه، و إن المؤمن تصعد روحه إلى السماء فتأتيه أرواح المؤمنين فيستخبرونه عن معارفهم من أهل الدنيا .

یعنی ایک مردِ مومن کی موت کا وقت جب آپہنچتا ہے، اور وہ قدرت کی نوازش وانعامات کو دیکھ لیتا ہے تو چاہتا ہے کہ کب اس کی روح جسد خاکی سے نکل چلے

کہ پروردگار اس کی ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔ پھر جب مومن کی روح آسمانوں کی طرف جاتی ہے تو مومنوں کی روحیں (اس کے استقبال کو) آتی ہیں اور اس سے دنیا میں اپنے دوست آشناؤں کے بارے میں پوچھتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن روحي المؤمنين ليلتقيان مسيرة يوم و ما رأى أحدهما صاحبه قط .

یعنی مومنوں کی روحیں ایک دن کی مسافت تک باہم ملاقاتیں کرتی ہیں حالاں کہ ان میں کوئی کسی سے کبھی نہیں ملی ہوتی۔

حضرت ابن لبیبہ فرماتے ہیں کہ جب بشر بن براء بن معرور کا انتقال ہوا تو ان کی ماں نے ان کی موت پر شدید رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! بنوسلمہ کا مرنے والا کوئی مرے تو کیا وہ مردے کو پہچانتا ہے؟ اگر پہچانتا ہے تو میں بشر کی طرف سلام بھجواؤں۔ فرمایا: ہاں! قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، مردے آپس میں ایک دوسرے کو ایسے ہی جانتے پہچانتے ہیں جیسے سرشاخ پرندے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اب ام بشر بنوسلمہ کے ہر مرنے والے شخص کے پاس آتیں اور آکر کہتیں: اے فلاں تم پر سلامتی ہو۔ وہ جواب دیتا: وعلیک السلام۔ پھر وہ عرض کرتیں: بشر کو میری طرف سے سلام کہہ دینا۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں :

إذا مات الميت استقبله ولده كما يستقبل الغائب .

یعنی جب کوئی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی اولاد اس کا ایسے ہی استقبال کرتی ہے جیسے کہ کسی مہمان کا (پرتپاک) استقبال کیا جاتا ہے۔

حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ (معتبر ذرائع سے) ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جب

کسی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو اس سے پہلے دنیا سے چلے جانے والے اس کے عزیز و اقارب اس کی طرف دوڑے آتے ہیں، اور اسے گھیر لیتے ہیں۔ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور یہ انھیں دیکھ کر خوشی اور ڈھارس محسوس کرتی ہے بالکل ایسے ہی جیسے کہ کوئی مسافر اپنے اہل خانہ میں پہنچ گیا ہو۔

مردہ غسل و تکفین کرنے والے کو پہچانتا ہے

حضرت ابو سعید خدری سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن الميت يعرف من يغسله و يحمله، ومن يكفنه و يدليه في حفرته .

یعنی مردہ غسل دینے والوں اور کفن پہنانے والوں کو پہچانتا ہے اور انھیں بھی جو اُسے کاندھے پر اُٹھا کر لیتے جاتے ہیں، اور اس کی قبر میں اُتارتے ہیں۔

حضرت عمر بن دینار فرماتے ہیں :

ما من ميت يموت إلا و روحه في يد ملك ينظر إلى جسده كيف يغسل، و كيف يكفن، و كيف يمشي به، و يقال له وهو على سريره: اسمع ثناء الناس عليك .

یعنی جب کوئی مرتا ہے تو اس کی روح فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور اپنے جسد خاکی کو تکتی رہتی ہے کہ اسے کیسے نہلایا، کفن پہنایا اور لے کر جایا جا رہا ہے۔ اور ابھی وہ مردہ تختہ غسل پر ہوتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ سنو لوگ تمہاری کیا کیا تعریفیں کر رہے ہیں !۔

حضرت سفیان فرماتے ہیں :

إن الميت ليعرف كل شيء حتى إنه ليناشد غاسله باللّٰه إلا

خففت علی غسلي .

یعنی حقیقت یہ ہے کہ میت ہر چیز کو پہچانتی ہے حتیٰ کہ وہ غسل دینے والے سے اللہ کی قسم دلا کر کہتی ہے کہ غسل دینے میں کوئی سختی نہ کرنا۔

حضرت بکر مزنی فرماتے ہیں :

حدّثت أن المیت یستبشر بتعجیله إلی المقابر .

یعنی مجھے معلوم ہوا ہے کہ میت اس وقت زیادہ خوشی محسوس کرتی ہے جب اسے قبرستان کی طرف جلدی جلدی لے جایا جاتا ہے۔

حضرت ایوب فرماتے ہیں :

من کرامة المیت علی أهله تعجیله إلی حفرته .

یعنی میت اپنے اہل خانہ کی احسان مند ہوتی ہے اگر وہ اسے قبر کے حوالے کرنے میں عجلت سے کام لیتے ہیں۔

زمین و آسمان کا رونا

حضرت انس سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ما من إنسان إلا له بابان في السماء باب یصعد منه عمله و باب ینزل منه رزقه، فإذا مات العبد بکیا علیه .

یعنی ہر انسان کے لیے (اللہ تعالیٰ نے) آسمان میں دو دروازے بنا رکھے ہیں، ایک سے اس کے اعمال اوپر جاتے ہیں اور دوسرے سے اس کا رزق نیچے اُترتا ہے۔ پھر جب وہ انسان مرجاتا ہے، تو یہ دونوں دروازے اس کی موت پر

گریہ و بکا کرتے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں :

إن المؤمن إذا مات بكى عليه مصلاه في الأرض و مصعد عمله في السماء .

یعنی مومن جب مرتا ہے تو زمین پر اُس کی سجدہ گاہ اور آسمان پر اُس کے عمل چڑھنے کی جگہ آہ و زاری کرتی ہے۔

حضرت عطا خراسانی فرماتے ہیں :

ما من عبد يسجد لله سجدة في بقعة من بقاع الأرض إلا شهدت له يوم القيامة و بكت عليه يوم يموت .

یعنی جب کوئی بندۂ مومن رضائے الٰہی کی خاطر روئے زمین کے کسی خطے پر اپنا سرِ نیاز سجدے میں رکھتا ہے تو اتنا خطہ گیتی قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، اور جس دن وہ بندہ اس بزم دنیا سے اُٹھتا ہے اس کی موت پر روتا ہے۔

حضرت ابن عمر سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن المؤمن إذا مات تجملت المقابر بموته، فليس منها بقعة إلا وهي تتمنى أن يدفن فيها .

یعنی جب بندۂ مومن کی روح پرواز کرتی ہے تو پورا قبرستان اس کی موت کی وجہ سے (اس کے استقبال کے لیے) بن سنور جاتا ہے، اور اس قبرستان کا ہر ٹکڑا اُسے اپنے دامن میں پناہ دینے کا آرزومند ہوتا ہے۔

مومن کے ساتھ قبر کا سلوک

حضرت سعید بن میتب سے مروی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا: یارسول اللہ! جب سے آپ نے مجھ سے منکر ونکیر کی آواز اور قبر کے جھٹکے کا حال بیان فرمایا ہے، اس وقت سے مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا :

يا عائشة إن صوت منكر ونكير في أسماع المؤمنين كالإثمد في العين، و ضغطة القبر على المؤمن كالأم الشفيقة يشكو إليها ابنها الصداع فتغمز رأسه غمزا رفيقا، ولكن يا عائشة ويل للشاكين في الله كيف يضغطون في قبورهم كضغطة الصخرة على البيضة .

یعنی اے عائشہ! (مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ) منکر ونکیر کی آواز اہل ایمان کے کانوں میں بالکل ایسے ہی محسوس ہوگی جیسے سرمہ اِثمد آنکھ میں۔ (یعنی بالکل محسوس نہیں ہوگی) اور مومن کو قبر اس طرح دبائے گی جیسے مشفق ومہربان ماں۔ جب کہ اس کا بیٹا اس سے دردِ سر کی شکایت کرتا ہے تو وہ اس کا سر نرمی سے دباتی ہے۔ مگر اے عائشہ! اللہ کے معاملے میں شکوک وشبہات میں پڑے رہنے والوں کا برا حال ہوگا، وہ قبر کے اس جھٹکے (اور دھماکے) کو کیسے برداشت کرسکیں گے جب لگے گا کہ کسی بڑی چٹان کو انڈے پر دے مارا گیا ہو۔

حضرت محمد تیمی فرماتے ہیں کہ قبر کا دبانا در اصل ایسے ہی ہوگا جیسے کہ کسی کی ماں اسے (پیار سے) بھینچ رہی ہو۔ چوں کہ وہ اسی مٹی سے پیدا کیے گئے تھے پھر اُس سے مدتوں بچھڑے رہنے کے بعد اس کی اولاد جب اس کے پاس واپس آتی ہے تو وہ انھیں ایسے ہی (پیار سے) دباتی ہے جیسے شفیق ماں اپنے بچھڑے ہوئے بچے کو مدتوں بعد

پا کر بھینچتی ہے؛ لہٰذا جو اللہ کے پیکرانِ طاعت ہیں انھیں تو نہایت ہی رفق ونرمی سے بھینچتی ہے، لیکن جو اللہ کے نافرمان ہیں انھیں مارے غصے کے خوب سختی و بے دردی سے دَبا کرر کھ دیتی ہے۔

قبر میں مومن کا خیر مقدم

حضرت ابوسعید خدری سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا دفن العبد المؤمن قال له القبر: مرحباً و أهلا أما إن كنت لأحب من يمشي على ظهري إلي، فإذا وليتك اليوم و صيرت إلي فسترى صنعي بك فيتسع له مد بصره، و يفتح له باب إلى الجنة .

یعنی جب بندۂ مومن کی تدفین عمل میں آتی ہے تو قبر اس سے مخاطب ہوکر کہتی ہے: مرحبا خوش آمدید۔ میری پیٹھ پر چلنے والوں میں تو مجھے سب سے زیادہ عزیز ومحبوب تھا، تو آج جب کہ تم میری آغوش میں آگئے ہو تو دیکھو اب میں تمہاری کیا ضیافت کرتی ہوں اور تمہاری رفاقت کا حق کیسے ادا کرتی ہوں، چنانچہ قبر تا حد نگاہ اس کے لیے کشادہ ہو جاتی ہے، اور سوے جنت جانے والا ایک دَر اس کے لیے وا ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے :

إنما القبر روضة من رياض الجنة أو حفرة من حفر النار .(۱)

(۱) سنن ترمذی: ۸/۵۰۰ حدیث: ۲۳۸۴...... کنز العمال: ۱۵/۵۴۶ حدیث: ۴۲۱۰۹...... مسند جامع: ۱۴/۴۳۴ حدیث: ۴۶۸۹..... مشکوۃ المصابیح: ۳/۱۶۱ حدیث: ۵۳۵۲۔

یعنی بلاشبہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

سوالِ منکر نکیر کے وقت مومن کو بشارت

حضرت قتادہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

إن العبد إذا وضع في قبره و تولى عنه أصحابه، و إنه ليسمع قرع نعالهم، قال: يأتيه ملكان فيقعدانه فيقولان: ما كنت تقول في هٰذا الرجل؟ فأما المؤمن فيقول: أشهد أنه عبد اللّٰه و رسوله، فيقولان: أنظر إلى مقعدك في النار و قد أبدلك اللّٰه به مقعدا من الجنة . فيراهما جميعا .

قال قتادة: و ذكِرَ لنا أنه يفسح له في قبره سبعون ذراعا و يملأ عليه خضرا . (۱)

یعنی بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست آشنا وہاں سے لوٹنے لگتے ہیں تو وہ اُن کے جوتوں سے اُبھرنے والی آواز کو بھی سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے آ کر اُسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں: اس شخص کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا؟

---

(۱) صحیح بخاری: ۶۵/۵احدیث: ۱۲۸۵...... صحیح مسلم: ۳۱/۱۴حدیث: ۵۱۱۵...... سنن ابوداود: ۳۷/۹حدیث: ۲۸۱۲...... سنن نسائی: ۱۸۲/۷حدیث: ۲۰۲۳...... مشکوٰۃ المصابیح: ۲۷/۱حدیث: ۱۲۶...... مسند احمد: ۱۱/۲۷ حدیث: ۱۲۹۶۴...... سنن کبریٰ بیہقی: ۸۰/۴...... سنن کبریٰ نسائی: ۶۵۹/۱...... مصنف عبد بن حمید: ۳/ ۳۰۳ حدیث: ۱۱۸۳...... السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۳۵۰/۳ حدیث: ۱۳۰۴...... الشریعہ آجری: ۲/ ۴۴۷ حدیث: ۸۵۲...... شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ لالکائی: ۲۳۵/۵حدیث: ۱۷۲۶...... فوائد ابوعلی الصواف: ۲/۱حدیث: ۱...... کنز العمال: ۶۳۴/۱۵ حدیث: ۴۲۵۰۳...... مسند جامع: ۳۴۰/۲حدیث: ۶۰۶۔

اگر وہ بندۂ مومن ہو تو کہہ اُٹھے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس پر وہ فرشتے کہتے ہیں: جہنم میں اپنے اس ٹھکانے پر ذرا ایک نظر ڈال؛ لیکن (تیری نیک بختی کہ) اللہ نے تجھے اس کے بدلے جنت میں رہائش عطا کی ہے۔ تو اُس وقت جنت وجہنم دونوں بندوں کو دکھائی جاتی ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ (بلکہ آقائے کریم علیہ السلام نے ہم سے توسیع قبر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ) قبر اس کے لیے ستر گز تک کشادہ ہو جاتی ہے اور پھر ہر طرف ہریالی وشادابی کا سماں ہوتا ہے۔

اسی سے ملتی جلتی ایک حدیث حضرت انس نے بھی روایت کی ہے جس کے آخر میں اتنا اضافہ ہے :

فيقول دعوني حتى أذهب فأبشرَ أهلي: فيقال له اسكن .

یعنی وہ بندہ یہ سب دیکھ کر (فرشتوں سے) عرض کرتا ہے: مجھے ذرا مہلت دیں کہ میں جا کر اپنے اہل وعیال کو ان چیزوں کی خوشخبری سنا آؤں۔ تو اس سے کہا جاتا ہے کہ ابھی تو یہیں آرام کر اور صبر سے کام لے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت دفن کر دی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ اور نیلگوں آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ میت سے پوچھتے ہیں: تم اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے (اور کیا عقیدہ رکھتے تھے)؟ تو وہ کہتی ہے: یہ تو اللہ کے محبوب بندے اور اس کے برگزیدہ رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں :

قد كنا نعلم أنك تقول هذا، ثم يفسح له في قبره سبعون ذراعا في سبعين عرضا، ثم ينور له فيقول : دعوني أرجع إلى أهلي فأخبرهم، فيقولان: نم نومة العروس الذي لا يوقظه إلا أحب أهله إليه، حتى يبعثه اللّٰه تعالىٰ من مضجعه ذلك . (۱)

یعنی ہمیں تم سے اِسی جواب کی توقع تھی؛ لہٰذا اُس کی قبر کو طول وعرض میں ستر ستر گز کشادہ کر کے اسے خوب روشن ومنور کردیا جاتا ہے۔ (قدرت کی ان نوازشوں کو دیکھنے کے بعد میت بے ساختہ) پکار اُٹھتی ہے: مجھے چھوڑو تا کہ میں اپنے اہل خانہ کو جاکر اِن چیزوں کی خبر دے سکوں۔ تو وہ کہتے ہیں: اب تو (بے خوف) دُلہن کی مانند (آرام سے) سوجا جسے اُس کے محبوب ومنظورِ نگاہ کے علاوہ کوئی اورنہیں جگا سکتا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس جگہ سے دوبارہ اُٹھائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے مردہ جب سرلحد رکھا جاتا ہے تو وہ واپس لوٹ کرجانے والوں کے جوتوں کی آہٹ بھی سنتا ہے۔ اب اگر وہ مومن ہوا تو (اس کی غمگساری کی خاطر) نماز اُس کے سرہانے، زکوٰۃ دائیں طرف، روزہ بائیں سمت اوراس کے اعمالِ صالحہ نیز لوگوں کے ساتھ نیکی واحسان اس کی پائنتی کے پاس آکر کھڑی ہوجاتی ہیں۔

اب سرہانے کی طرف سے آنے والا کہتا ہے کہ میں نماز ہوں میری طرف سے کوئی ایذا نہیں پہنچ سکتی۔ اور داہنی طرف سے آنے والا کہتا ہے کہ میں زکوٰۃ ہوں میری طرف سے تجھے کسی قسم کا حزن نہ ہوگا۔ اور بائیں جانب سے آنے والا کہتا ہے کہ میں تمہارے نیک اعمال واحسانات ہوں میرے سامنے سے کوئی سختی نہیں گزر سکتی۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۲۸ حدیث: ۱۳۰...... کنز العمال: ۱۵/۶۳۲ حدیث: ۴۲۵۰۰۔

پھر اس سے کہا جاتا ہے: بیٹھ جاؤ۔ جب وہ بیٹھتا ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سورج بس غروب ہی ہونے والا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ ہم تم سے جو پوچھیں اس کے بارے میں ہمیں (ٹھیک ٹھیک) بتانا۔ وہ بندۂ مومن کہتا ہے: ذرا رُکو میں نماز تو ادا کرلوں۔ تو وہ کہتے ہیں: اگر تم (نماز میں) مشغول ہو گئے تو پھر ہمارے سوال کا جواب کیسے دو گے؟ وہ کہتا ہے اچھا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ چنانچہ وہ سوال کرتے ہیں: اس شخص کے بارے میں تم کیا کہا کرتے تھے جو تم میں (مبعوث ہوا) تھا؟ بندۂ مومن جواب میں کہتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ہیں، پروردگار عالم کی طرح سے روشن آیتیں لے کر وہ ہمارے درمیان جلوہ افروز ہوئے تھے، تو ہم نے ان کی تصدیق کی اور (جان و دل سے) اُن کی پیروی کی۔

اب اس سے کہا جاتا ہے کہ تم نے بالکل سچ کہا۔ تیری پوری زندگی اسی کی آئینہ دار رہی، تیری موت بھی اسی پر واقع ہوئی اور ان شاء اللہ تو آمنین کے ساتھ اسی پر دوبارہ بھی اُٹھایا جائے گا۔ اب اس کی قبر تاحد نظر پھیلا دی جاتی ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ جہنم کا ایک دروازہ اس کے لیے وا کیا جائے، اور اس سے کہا جاتا ہے: اگر تم اللہ کے نافرمان ہوتے تو سمجھو کہ یہی تمہارا ٹھکانہ تھا، (یہ سن کر) اُس کا اِشتیاق و سرور دوآتشہ ہو جائے گا۔ اب حکم ہوگا کہ سوئے جنت کو جاتا ایک دروازہ اس کے لیے وا کیا جائے، چنانچہ اسے وا کرنے کے بعد اس سے کہا جائے گا: یہ تمہاری رہائش گاہ ہے اور وہ سب کچھ جو اللہ نے خاص تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے۔ اب اس کی شوق و لگن اور فرحت و انبساط کا گراف اور بڑھ جاتا ہے۔ پھر جسم کو اس کی اصل مٹی کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے اور اس کی روح سبز پرندے کی شکل میں خوشبودار ہوائیں اُڑا کر جنت کے درخت پر آرام سے بیٹھ جاتی ہے۔(۱)

(۱) صحیح ابن حبان: ۱۳/۲۲۰ حدیث: ۳۱۷۸...... موارد الظمآن: ۱/۱۹۷...... اثبات عذاب القبر بیہقی: ۱/۶۴ حدیث: ۵۴...... الاعتقاد بیہقی: ۱/۲۲۱ حدیث: ۱۹۷...... الزہد لہناد بن سری: ۱/۲۶۹ حدیث: ۳۳۲۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے تو اس کے اعمالِ صالحہ اس کے پاس آ کر اسے گھیر لیتے ہیں۔ اب اگر کوئی سرہانے سے آنا چاہے تو قراءتِ قرآن آگے آجاتی ہے۔ پائنتی سے آنا چاہے تو شب کا قیام آگے آجاتا ہے۔ اس کے ہاتھوں کی طرف سے آنا چاہے تو اس کے ہاتھ بول پڑتے ہیں: قسم بخدا! ہمیں اس نے ہمیشہ دعاؤں میں پھیلایا اور ہم سے صدقہ وخیرات کیا؛ لہٰذا تمہاری ہم پر کچھ نہ چلے گی۔ اگر اس کے منہ کی راہ سے آنا چاہے تو اس کا ذکر وروزہ آگے بڑھ جاتا ہے۔

یوں ہی ایک طرف سے صبر وصلوٰۃ آجاتے ہیں۔ یعنی جہاں کہیں بھی ضرورت محسوس ہوئی تو اعمال دوستی کا ہاتھ بڑھاتے نظر آئیں گے۔ اور اعمالِ صالحہ اس کا بالکل ایسا ہی دفاع کریں گے جیسے کوئی شخص اپنے بھائی، دوست اور اہل وعیال کی طرف سے دفاع کیا کرتا ہے۔ اب ایسے موقع پر اس سے کہا جائے گا: اب (چین کی نیند) سو جاؤ، اللہ تمہاری خواب گاہ میں برکتیں اُتارے۔ واہ! تمہاری یہ حالت کتنی اچھی ہے! اور تمہارے دوست کتنے اچھے اور عمدہ دوست ہیں!!۔

حضرت اسما سے مروی کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب انسان اپنی قبر میں چلا جاتا ہے تو اگر مومن ہوا تو نماز روزہ اس کے سارے اعمال چاروں طرف سے آکر اسے گھیر لیتے ہیں۔ اب جب فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے تو نماز اسے روک دیتی ہے، یوں ہی روزہ کی سمت سے آتا ہے تو روزہ آڑ بن جاتا ہے۔

اب فرشتہ پکار کر کہتا ہے: اُٹھ کر بیٹھ جا، جب وہ بیٹھتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے: اس شخص یعنی محمد کے بارے میں تم کیا کہتے تھے؟ کہے گا: میں ان کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ وہ پوچھے گا: تم نے کیسے جانا کہ یہ رسول اللہ ہیں؟ کہے گا: بس میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر وہ فرشتہ کہے گا: اسی شہادت پر تم نے زندگی بسر کی، اسی

پر دنیا سے اُٹھے اور پھر اسی پر (انشاء اللہ) دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے۔

حضرت بحر بن نصر صائغ کہتے ہیں کہ میرے والد بہت ذوق وشوق سے نمازِ جنازہ میں شریک ہوتےتھے۔ کہنے لگے: اے بیٹے! ایک دن میں کسی کے جنازہ میں شریک تھا، جب لوگ اسے لے کر دفن کرنے چلے تو میں نے دیکھا کہ قبر کے اندر دو آدمی اُترے۔ پھر ایک تو نکل گیا مگر دوسرا اُسی میں رہ گیا اور لوگوں نے مٹی ڈال کر اسے بھی پاٹ دیا۔ میں نے کہا: لوگو! یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ تم نے مردے کے ساتھ ایک زندہ کو بھی دفن کر دیا۔ بولے: ایسی کوئی بات تو نہیں۔

کہتے ہیں: تو میں نے اپنے جی میں سوچا کہ شاید مجھے شبہہ یا مغالطہ ہو گیا ہو۔ یہ سوچتے ہوئے میں لوٹ آیا مگر دل میں یہ تھا کہ میں اس وقت آرام نہیں کروں گا جب تک اس معاملے کی حقیقت اللہ مجھ پر منکشف نہ فرمادے۔ چنانچہ (تسکین خاطر کے لیے) میں دوبارہ اس قبر کے پاس آیا اور دس مرتبہ سورۂ یٰس وسورۂ ملک پڑھا، اور روتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی: اے پروردگار! جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے اس کی حقیقت مجھ پر آشکارا فرمادے؛ کیوں کہ میری عقل عالم حیرت میں ہے۔

اتنا کہنا تھا کہ قبر پھٹ گئی اور وہ شخص باہر نکل آیا اور اُلٹے پاؤں واپس جانے لگا۔ میں نے عرض کیا: اے شخص! خدا واسطے، رُک اور میرے دلی خطرات کو اپنے جواب سے دور کرتا جا۔ مگر اس نے میری بات پر ذرہ بھر بھی توجہ نہ کی۔

میں نے جب دو تین بار اس سے منت سماجت کی تو وہ مجھ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: نصر صانع تمہیں کو کہتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو تم مجھے نہیں جانتے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: ہم ملائکہ رحمت ہیں۔ ہمارے ذمہ یہ کام سونپا گیا ہے کہ جب اہلسنّت (جادۂ سنت پر گامزن حضرات) اپنی قبروں میں اُتارے جائیں تو ہم جا کر انھیں تلقین کریں تا کہ اُن پر حجت قائم ہو جائے۔ اتنا کہہ کر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

حضرت شقیق بلخی فرماتے ہیں :

طلبنا ضياء القبور فوجدناه في صلاة الليل، وطلبنا جواب منكر ونكير فوجدناه في قراءة القرآن، و طلبنا العبور على الصراط فوجدناه في الصوم و الصدقة، وطلبنا ظل يوم الحساب فوجدناه في الخلوة .

یعنی ہم نے قبر کی روشنی طلب کی تو وہ رات کی (تنہائیوں میں ادا کی جانے والی) نمازوں میں ملی۔ ہم نے منکر ونکیر کے جواب کی جستجو کی تو وہ ہمیں قرآن کریم کی تلاوت سے ہاتھ آیا۔ ہم نے پل صراط سے پار ہونے کے متعلق غور و خوض کیا تو وہ روزہ وصدقہ میں نظر آیا۔ اور ہم نے یوم حساب کے سایہ کی تجسس کی تو وہ ہمیں خلوت نشینیوں میں دستیاب ہوا۔

حضرت ابن عمر سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ما من مسلم أو مسلمة يموت ليلة الجمعة أو يوم الجمعة إلا وقي عذاب القبر، وفتنة القبر، و لقي الله و لا حساب عليه، وجاء يوم القيامة و معه شهود يشهدون له أو طابع .

یعنی جس مسلمان مرد وعورت کو شب جمعہ یا روزِ جمعہ میں مرنا نصیب ہو وہ قبر کے فتنہ وعذاب سے محفوظ کر دیا جاتا ہے، اور وہ حساب وکتاب کے جھمیلوں سے آزاد ہو کر اللہ سے ملاقات کرتا ہے۔ اور قیامت کے دن اس شان سے آئے گا کہ اس کی گواہی دینے کے لیے اس کے ساتھ خصوصی گواہ یا مہریں ہوں گی۔

یوں ہی اس تعلق سے بہت سی حدیثیں اور اہل علم کے اَقوالِ وارد ہوئے ہیں کہ کن کن سے سوالِ قبر نہ ہوگا، تو اُن میں شہدا، صدیقین، سرحد اِسلامی کے محافظین، پیکرانِ طاعت ، نیز -راجح قول کے مطابق- چھوٹے بچے شامل مانے گئے ہیں۔

قبر میں مومن پر عذاب کی کیفیت

حضرت ابن عمر سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

القبر روضة من رياض الجنة أو حفرة من حفر النار .(۱)

یعنی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

ترمذی نے اسی کے مثل حدیث حضرت ابوسعید خدری سے اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا :

إن الرجل إذا توفي في غير مولده يفسح له من مولده إلى منقطع أثره .(۲)

یعنی کوئی شخص جب اَپنے (وطن اور) جائے پیدائش کے علاوہ کہیں اور وفات پاتا ہے تو اُس کی قبر اس کی جائے ولادت سے لے کر جہاں تک اُس کا اثر و رسوخ تھا وہاں تک وسیع وکشادہ کردی جاتی ہے۔

---

(۱) معجم کبیر طبرانی:۲۰/۲حدیث:۱۲۰۵......سنن ترمذی:۸/۵۰۰حدیث:۲۳۸۴...... مشکوٰۃ المصابیح:۳/۱۶۱حدیث:۵۳۵۲......المقاصد الحسنۃ:۱/۱۶۱......نظم المتناثر:۱/۱۲۴......کشف الخفاء:۲/۹۰ حدیث:۱۸۵۳......تذکرۃ الموضوعات:۱/۲۱۶......کنز العمال:۱۵/۵۴۶حدیث:۴۲۱۰۹......مسند جامع:۱۴/۴۳۴حدیث:۴۶۸۹۔

(۲) الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ ایک روایت یوں بھی ہے :

إن الرجل إذا توفي في غير مولده قِيسَ له من مولده إلى منقطع أثره في الجنة . (مسند احمد:۱۳/۴۰۷حدیث:۶۳۶۹......کنز العمال:۶/۴۹۴حدیث:۱۶۶۹۲)

حضرت ابن مسعود سے مروی کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن أرحم ما يكون الله بالعبد إذا وضع في حفرته . (۱)

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ بندوں پر اس وقت کچھ زیادہ ہی رحیم ومہربان ہوجاتا ہے جب وہ (بے کسی اور تنہائی کے عالم میں) زیر لحد پڑا ہوتا ہے۔

اور دیلمی نے یوں روایت کیا ہے :

يفسح للرجل في قبره كبعده من أهله .

یعنی مردہ کے لیے اس کی قبر اس کے گھر والوں تک کشادہ کردی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

المؤمن في قبره في روضة خضراء، ويرحب له في قبره سبعون ذراعاً، وينور له في قبره كليلة البدر . (۲)

یعنی بندۂ مومن اپنی قبر کے اندر سرسبز وشاداب باغ میں ہوتا ہے۔ اس کی قبر ستر گز چوڑی کردی جاتی ہے۔ نیز اس کی قبر کو اس طرح روشن ومنور کردیا جاتا ہے جیسے کہ چودھویں رات کی چاندنی نے اس میں بسیرا کر رکھا ہو۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن أرجى ما يكون الله تعالىٰ بالعبد إذا وضع في قبره .

یعنی میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے ساتھ بہت کچھ کرم فرمائے گا جب کہ اسے قبر میں اُتار دیا جائے گا۔

---

(۱) کنز العمال: ۱۵/ ۶۰۱ حدیث: ۴۲۳۸۶۔

(۲) کنز العمال: ۲/ ۳۰ حدیث: ۳۰۱۲۔

حضرت ابن عباس سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إذا مات العالِم صور اللّٰه له علمه في قبره، فيؤنسه إلى يوم القيامة و يدرأ عنه هوام الأرض .

یعنی جب ایک عالم (باعمل) دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اپنی قدرت کاملہ سے) اس کے علم کو اُس کی قبر میں صورت پذیر فرمادیتا ہے جس سے وہ قیامت کی دیواروں تک اُنسیت حاصل کرتا اور بہلتا رہے گا، نیز وہ علم اسے زمین کے موذی جانوروں سے بھی محفوظ رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا :

تعلم الخير و علمه الناس، فإني منور لمعلم العلم و متعلمه قبورهم لا يستوحشوا بمكانهم .

یعنی (دارین کی) خیر و بھلائی (والے علوم) خود بھی سیکھیں اور لوگوں کو بھی سکھائیں؛ کیوں کہ میں علم سکھانے اور سیکھنے والے دونوں کی قبریں روشن رکھتا ہوں جس سے انھیں (قبر کی تنہائی میں) کسی وحشت کا احساس نہیں ہوتا۔

حضرت ابن کامل سے مروی کہ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

من كف أذاه عن الناس كان حقاً على اللّٰه أن يكف عنه عذاب القبر . (۱)

یعنی جو لوگوں کو تکلیف و اذیت نہیں پہنچاتا (یا جس کی اذیت و شر سے لوگ محفوظ ہیں)، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو عذابِ قبر سے ضرور محفوظ رکھے گا۔

(۱) معجم کبیر طبرانی: ۳۱۱/۱۳ حدیث: ۱۵۳۱۶ ...... ضعفاء الکبیر عقیلی: ۲۰۰/۷ حدیث: ۱۶۵۲ ...... مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱۵۹/۲ ...... الموضوعات: ۱۶۳/۳۔

یکے از اولیا سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے قبر والوں کے حالات پر مطلع فرما۔ چنانچہ ایک شب میں تخت پر سویا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ قبریں پھٹ پڑی ہیں، کوئی دہاڑ مار مار کے رو رہا ہے، اور کوئی کھل کھلا کے ہنس رہا ہے۔

میں نے عرض کیا: مولا! اگر تو چاہتا تو عزت و کرامت میں یہ سب ایک برابر ہوتے۔ تو ان اہل قبور میں سے ایک نے چلا کر کہا: اے فلاں! یہ سب کچھ اعمال کی کمی وبیشی کا نتیجہ ہے۔ یہ جو زرق برق لباس والے ہیں، یہ دراصل (دنیا میں) اَخلاق وکردار کے دھنی تھے۔ وہ ریشم و دیبا میں ملبوس' اہل شہادت ہیں۔ وہ خوشبوؤں میں بسے ہوئے' روزہ دار لوگ ہیں۔ وہ کیف وسرور میں بدمست' اللہ واسطے دوستی کرنے والے لوگ ہیں۔ اور وہ گریہ وبکا کرنے والے' گنہ گار وسیہ کار ہیں۔

حضرت یافعی فرماتے ہیں: مردوں کو اچھی یا بری حالت میں دیکھنا یہ ایک طرح کا کشف ہوتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ اس لیے ظاہر فرماتا ہے تاکہ اس سے لوگوں کو خوش خبری دی جاسکے، یا ان کی ہدایت ونصیحت کا سامان کیا جاسکے۔ یا پھر اس سے مردے کی کوئی اور مصلحت متعلق ہوتی ہے۔ یا اسے کوئی بھلائی پہنچانا یا قرض کی ادائیگی کرنا مقصود ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر یہ رویت کبھی حالت خواب میں ہوتی ہے، اور زیادہ تر ایسا ہی ہوتا ہے، اور کبھی عالم بیداری میں۔

کفایۃ المعتقد میں ہے: صالحین اُمت میں سے ایک بزرگ نے کسی مردِ صالح کی حکایت نقل کی کہ (انتقال کے بعد) اُس کی والدہ اُس کے پاس نہ صرف آیا کرتیں بلکہ بات چیت بھی کیا کرتی تھیں۔

حضرت یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ کسی گورکن نے کہا: جو کچھ میں نے ان قبروں میں دیکھا ہے اگر آپ سنیں گے تو ورطہ حیرت میں آجائیں گے۔

میں نے ایک قبر سے مریض کے کراہنے کی طرح آہ و کراہ کی آواز سنی ہے۔ اور ایک قبر والے کو موذن کی اذان کا جواب دیتے ہوئے بھی سنا ہے۔

قبر میں مردوں کا نمازیں پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صحابی رسول غیر شعوری طور پر کسی قبر کے اوپر بیٹھ گئے۔ حالاں کہ وہ ایک (قدیم) قبر تھی جس میں ایک انسان نے شروع سے لے کر اخیر تک سورۂ ملک کی تلاوت کی؛ پھر آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر انھوں نے اس واقعے کی خبر دی؛ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

هي المانعة، وهي المنجية تنجيه من عذاب القبر .

یعنی یہ (سورہ) روکنے، دفع کرنے اور نجات دینے والی ہے جو میت کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتی ہے۔

حضرت ابو القاسم سعدی ''کتاب الافصاح'' میں فرماتے ہیں :

هذا تصديق من رسول الله صلى الله عليه وسلم بأن الميت يقرأ في قبره، فإن عبد الله أخبره بذلك و صدقه رسول الله صلى الله عليه وسلم .

یعنی گویا میت کا قبر کے اندر تلاوت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہوگیا؛ کیوں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس نے جب اس کی خبر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک سفر کے دوران کسی جنگل میں

تھا، رات ہوئی تو وہیں عبدالملک بن عمرو بن حزام کی قبر کے پاس پناہ گزیں ہوگیا، یکا یک میں نے قبر کے اندر سے نہایت خوش آوازی کے ساتھ تلاوتِ قرآن کی آواز سنی، ایسا پڑھنا تو اس کے پہلے میں نے کبھی نہ سنا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر میں نے سارا قصہ کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا :

ذلک عبد اللّٰه، ألم تعلم أن اللّٰه قبض أرواحهم فجعلها في قناديل من زبرجد و ياقوت، ثم علقها وسط الجنة، فإذا كان الليل ردت إليهم أرواحهم فلا تزال كذالك حتى يطلع الفجر، فإذا طلع الفجر ردت أرواحهم إلى مكانها الذي كانت فيه .

یعنی ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو قبض کر کے انھیں یاقوت وزبرجد کی قندیلوں کی شکل دے دی ہے پھر وسط جنت میں انھیں آویزاں کردیا ہے۔ پس جب رات آتی ہے تو ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں جو تا دم سحر بدستور ان کے ساتھ ہوتی ہیں، پھر جب سپیدۂ سحر نمودار ہوجاتا ہے تو ان کی روحیں پھر وہیں لوٹا دی جاتی ہیں جہاں (وسط جنت میں) وہ تھیں۔

حضرت ابراہیم بن عبدالصمد مہدی فرماتے ہیں کہ دم سحر گاہی قلعہ سے ہوکر گزرنے والوں کے ذریعہ مجھے یہ پتا چلا کہ وہ فرماتے ہیں: جب مقام جبانہ میں ثابت بنانی کی قبر سے ہمارا گزر ہوا تو وہاں تلاوتِ قرآن کی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں :

يؤتى المؤمن مصحفا يقرأ فيه .

یعنی (قبر کے اندر) مومن کو ایک مصحف عطا کیا جاتا ہے تاکہ وہ قبر کے اندر اس کی تلاوت (جاری) رکھ سکے۔

حضرت عاصم سقطی فرماتے ہیں کہ ہم نے شہر بلخ کے اندر ایک قبر کھودی جب اس میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ قبر کے اندر بالکل ہرے بھرے ماحول میں ایک سبز پوش شیخ قبلہ رو متوجہ ہیں، اور اپنی گود میں قرآن کریم لے کر تلاوت فرما رہے ہیں۔

حضرت ابونصر نیشاپوری- جو کہ ایک نیک وصالح گورکن تھے-فرماتے ہیں کہ ایک بار میں قبر کا گڈھا کھود رہا تھا کہ اچانک ایک دوسری قبر کھل گئی، جب اس میں جھانک کر دیکھا تو میری نظر چار زانو بیٹھے ہوئے ایک خوش لباس وخوبرو اور خوشبو پوش نوجوان پر پڑی جس کی گود میں نہایت خوش خط ایک کتاب تھی کہ اپنی زندگی میں میں نے اس جیسی عمدہ کتابت کبھی نہیں دیکھی تھی، اور وہ قرآن پڑھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا: کیا قیامت برپا ہوگئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہا: پھر وہ اینٹوں کو ان کی جگہوں پر رکھ دو، چنانچہ میں نے اینٹیں درست کر کے دیوار برابر کر دی۔

حضرت سہیلی ''دلائل النبوۃ'' میں کسی صحابی کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے وطن میں ایک قبر کھودی تو اچانک ایک طاقہ کھل گیا (جھانک کر دیکھا) تو ایک شخص تخت پر بیٹھا قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے، اور اس کے اردگرد کا پورا ماحول سرسبز وشاداب اور لالہ زار بنا ہوا ہے۔ اور وہ میدان اُحد تھا۔ ایسا لگا کہ شاید وہ شہدائے احد میں سے کوئی صحابی ہوگا کیوں کہ اس کے رخسار پر زخم کا نشان ہویدا تھا۔ ابن حبان نے بھی اسے اپنی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت یافعی ''روضۃ الریاحین'' میں رقم طراز ہیں کہ ایک مردِ صالح کا قول ہے کہ میں نے ایک بندۂ مومن کی قبر کھودی اور اس کی لحد کو برابر کر رہا تھا کہ اُس سے لگی ہوئی دوسری قبر کی ایک اینٹ اچانک گر پڑی۔ جب میں نے جھانک کر دیکھا تو اس میں چمکتا ہوا سفید لباس پہنے ہوئے ایک بزرگ نظر آئے جن کی گود میں سونے کا ایک قرآن

تھا، اس کی کتابت بھی آب زریں سے ہوئی تھی، اور وہ اس کی تلاوت میں مصروف تھے۔ انھوں نے میری طرف سر اُٹھا کر کہا: کیا قیامت قائم ہوگئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہا: اللہ تجھے خیرو عافیت سے رکھے، اینٹ کو اس کی جگہ پر رکھ دو۔ چنانچہ میں نے وہ اینٹ وہیں رکھ دی۔

حضرت یافعی ہی سے یہ بھی منقول ہے کہ کسی معتبر گورکن سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اس نے ایک مرتبہ ایک قبر کھودی تو اسے تخت پر بیٹھے اور ہاتھوں میں قرآن لے کر پڑھتے ہوئے ایک انسان کو دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کے نیچے نہریں رواں دواں تھیں۔ یہ دیکھ کر اس پر غشی طاری ہوگئی، قبر سے چکراتا ہوا نکلا اور اس واقعے کا اس پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ تیسرے دن جا کر اسے ہوش آیا۔

مومن کو قبر میں فرشتے قرآن پڑھاتے ہیں

حضرت ابو سعید خدری سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

من قرأ القرآن ثم مات و لم يستظهره أتاه ملك يعلمه في قبره فيلقى الله و قد استظهره . (۱)

یعنی جس نے قرآن کریم پڑھنے کا آغاز کیا اور تکمیل قرآن سے پہلے ہی انتقال کر گیا تو اس کی قبر میں تعلیم قرآن کے لیے ایک خصوصی ملکوتی نمائندہ متعین کر دیا جاتا ہے، اس طرح اللہ کی توفیق سے وہ مکمل قرآن پڑھ لیتا ہے۔

حضرت عطیہ عوفی فرماتے ہیں: مجھ تک (معتبر ذرائع سے) یہ بات پہنچی ہے کہ جب کوئی بندۂ مومن اس حال میں اللہ سے ملاقات کرتا ہے کہ اسے قرآن کریم سیکھنے

---

(۱) الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک لابن شاہین: ۱/۲۲۰ حدیث: ۱۹۶...... کنز العمال: ۱/۵۴۷ حدیث: ۲۴۴۹۔

کا موقع ہی نہ ملا، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نہ صرف یہ کہ اسے قرآن سکھاتا ہے بلکہ اس پر اسے ثواب بھی عطا فرماتا ہے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں: مجھ تک (معتبر ذرائع سے) یہ خبر پہنچی ہے کہ جب کوئی بندۂ مومن دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ اسے قرآن یاد کرنے کا موقع ہاتھ نہ آیا تو پروردگار عالم اس کے نگہبان فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اسے اس کی قبر میں زیورِ تعلیم قرآن سے آراستہ کریں تاکہ کل قیامت کے دن اس کا حشر بھی اہل قرآن کے ساتھ ہو۔

حضرت یزید رقاشی فرماتے ہیں: مجھے (معتبر ذرائع سے) معلوم ہوا ہے کہ اگر کوئی بندۂ مومن اس حال میں وفات پا جائے کہ اس کی تعلیم قرآن ابھی مکمل نہ ہو سکی ہو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے پاس کچھ ایسے مخصوص فرشتے بھیجتا ہے جو اس کا بقیہ حصہ حفظ کرا دیتے ہیں تاکہ وہ قبر سے قرآن مجید کا حافظ ہو کر اُٹھے۔

قبر میں مومن کا لباسِ فاخرہ

حضرت عباد بن بشر فرماتے ہیں کہ دم رخصت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اغسلي ثوبيَّ هذين وكفّنيني بهما، فإنما أبو بكر أحد الرجلين إما مكسُوّاً أحسن الكسوة و إما مسلوباً أسوأ السلب.

یعنی میرے یہی دونوں (پرانے) کپڑے دھل کر میری کفن کے لیے استعمال کر لینا۔ کیوں کہ ابوبکر کا حال ان دو شخصوں میں سے ایک کی مانند ہوگا کہ آیا اسے اعلیٰ و پرکشش مرقع زیبا پہنایا جائے، یا اس کے پوشاک کو پورے طور پر (اس کے جسم سے) نوچ لیا جائے۔

حضرت یحییٰ بن راشد فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا :

اقتصدوا في كفني، فإنه إن كان لي عند الله خير أبدلني ما هو خير منه ، و إن كنت على غير ذلک سلبني و أسرع سلبي، و اقتصدوا في حفرتي فإنه إن كان لي عند الله خير وسع لي في قبري مد البصر، و إن كنت على غير ذلک ضيق علي حتى تختلف أضلاعي .

یعنی میری تکفین کے سلسلے میں تم نہایت درمیانہ روی سے کام لینا؛ کیوں کہ اگر میرے لیے اللہ کے پاس بہتری ہوگی تو مجھے اس کا نعم البدل مل جائے گا، اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ مجھ سے آن کی آن میں (یہ کفن) بھی چھین لے گا۔ یوں ہی گورکنی کے سلسلہ میں بھی تم نہایت کفایت سے کام لینا؛ کیوں کہ اگر میرے لیے اللہ کے حضور بہتری ہوئی تو وہ تا حد نظر میری قبر کشادہ فرمادے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ قبر کو اس قدر تنگ کردے گا کہ باہم دب کر میری پسلیاں تتر بتر ہو جائیں گی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے آتا ہے کہ آپ نے دم رخصت فرمایا :

ابتاعوا لي ثوبين و لا عليكم فإن يصب صاحبكم خيراً ألبسني خيرا منها و إلا سلبها سلباً سريعا . (۱)

---

(۱) اوسط لابن منذر میں آپ کا ایک قول یوں بھی نقل ہوا ہے :

لا تغالوا بكفني فإن يک لصاحبكم عند الله خيراً بدل كسوة خيرا من كسوتكم و إلا سلبه سلباً سريعا . (۹/۲۶ احدیث:۲۹۱۳)

یعنی مجھے صرف دو کپڑوں میں راہی ملک بقا کرنا اور بس۔ کیوں کہ اگر حق پر ہوں گا تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے بہتر لباس عنایت فرمادے گا ورنہ وہ ان دونوں کپڑوں کو بھی بہت جلد اتار دے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی وفات کے وقت یہ بھی فرماتے تھے :

اشتروا لي ثوبين أبيضين فإنهما لا يتركان عليَّ إلا قليلا حتى أبدل بهما خيرا منهما أو شرا منهما .

یعنی میری (تکفین) کے لیے دو سفید کپڑے خریدنا کیوں کہ وہ بہت دیر تک میرے پاس نہیں ٹکیں گے؛ کیوں کہ یا تو مجھے اس کے عوض اس سے اچھا جوڑا عنایت کیا جائے گا یا پھر اس سے زیادہ برا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیہ حضرت علیہ بنت ابان بن صیفی غفاری فرماتی ہیں :

أوصانا أبي أن لا نكفنه في قميص، قالت: فلما أصبحنا من الغد من يوم دفناه، إذ نحن بالقميص الذي كفناه فيه على المشجب .

یعنی ہمارے والد گرامی نے ہمیں یہ وصیت کی تھی کہ انھیں کسی قمیص میں کفن نہ دیا جائے۔ کہتی ہیں کہ (ہمیں یاد نہیں رہا اور ہم نے یوں ہی قمیص کے ساتھ ان کی تکفین کردی تھی) پھر کل ہو کر جب اُن کی تدفین کا وقت آیا تو ہم نے دیکھا کہ جس قمیص میں ہم نے ان کی تکفین کی تھی وہ کھونٹی سے لٹکی پڑی ہے۔

بات' قبر میں مومن کے بستر کی

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ارشادِ باری تعالیٰ "فَلِأَنفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ٥ (سورۃ

روم:۳۰/۴۴)'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ قبر میں اپنے لیے آرام گاہیں اور خواب گاہیں درست کر رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

يقال للمؤمن في قبره ارقد رقدة العروس .

یعنی مردِ مومن سے اس کی قبر میں کہا جائے گا کہ اب دُلہن کے سونے کی طرح تو بھی اپنی قبر میں (بے خوف) آرام کی نیند سو۔

قبر میں مردوں کی باہمی زیارت وملاقات

حضرت ابو قتادہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إذا ولي أحدكم أخاه فليحسن كفنه، فإنهم يتزاورون في قبورهم . (۱)

یعنی والیانِ میت کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے عمدہ کفن کا انتظام کریں کیوں کہ مردے اپنی قبروں میں باہمی زیارت وملاقات کرتے رہتے ہیں۔

حضرت بیہقی اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس حدیث سے بالکل متصادم نہیں کیوں کہ آپ نے آمیختہ

---

(۱) سنن ترمذی:۴/۱۱۲ حدیث:۹۱۶......سنن نسائی:۶/۴۵۶ حدیث:۱۸۶۹......سنن ابن ماجہ:۴/۴۱۳ حدیث:۱۴۶۳......مصنف عبد الرزاق:۳/۴۳۱ حدیث:۶......مسند ابویعلی موصلی:۵/۲۸۸ حدیث:۲۱۸۰......صحیح ابن حبان:۱۳/۶۵ حدیث:۳۰۹۹......اخبار اصبہان:۱۰/۱۳۳ حدیث:۲۰۳۱......اوسط لابن منذر:۹/۱۲۶ حدیث:۲۹۱۴......فوائد تمام:۱/۲۵۷ حدیث:۲۵۸......کنز العمال:۱۵/۵۷۶ حدیث:۴۲۲۴۳......مسند جامع:۳۸/۳۵۲ حدیث:۱۲۵۳۱......تحفۃ الاشراف:۱۱/۲۰۲۔

کنز العمال کے علاوہ مذکورہ دوسرے حوالجات میں حدیث کا آخری ٹکڑا "فإنهم يتزاورون في قبورهم" نہیں ملتا۔ بلکہ کنز العمال میں بھی اس کی بجائے یہ آیا ہے: "ويتزاورون في اكفانهم"

پیپ ولہو (کے خوف) کی وجہ سے ایسا فرمایا تھا؛ کیوں کہ اس کا مطلب ہمیں تو یہی سمجھ میں آرہا ہے، باقی علم الٰہی میں کیا ہے وہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جیسے شہدا کے بارے میں فرمایا: بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ . حالاں کہ ہم انھیں لہوآشام اور خون میں لت پت دیکھتے ہیں پھر یوں ہی دفن بھی کردیے جاتے ہیں۔ تو ہماری سمجھ میں تو یہی ہوتا ہے تاہم درحقیقت ان کا حال ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اور اگر یہ چیزیں اللہ کے بتائے کے مطابق ہماری فہم وفراست کے چوکھٹے میں فٹ بھی ہو پاتیں پھر تو ہمارے ایمان بالغیب کی شان ہی کچھ اور ہوتی۔

حضرت جابر سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

حسنوا أكفان موتاكم فإنهم يتباهون و يتزاورون في قبورهم .

(۱)

یعنی اپنے مردوں کو اچھے اور عمدہ کفن میں دفن کیا کرو؛ کیوں کہ وہ اس پر فخر و مباہات کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں باہم ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

ابن عدی نے ''کامل'' میں اسی کے مانند حدیث حضرت ابو ہریرہ سے اور خطیب نے ''تاریخ'' میں حضرت انس سے مرفوعا روایت کی ہے۔

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ اچھا اور عمدہ کفن ایک محبوب و مرغوب چیز ہے؛ کیوں کہ کہا جاتا ہے کہ مردے اپنے کفنوں کے ساتھ ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

حضرت محمد بن سیرین مزید فرماتے ہیں کہ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے کفن تہ دار اور بہترین قسم کے ہوں؛ کیوں کہ وہ اپنی اپنی قبروں میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

(۱) الکنی والاسماء دولابی: ۶/ ۳۴۱ حدیث: ۱۶۰۳۔

حضرت راشد بن سعد فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ کسی شب اس نے خواب میں بہت ساری عورتوں کو دیکھا مگر ان کے درمیان اس کی اپنی بیوی نظر نہیں آئی۔ اس نے عورتوں سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگیں: دراصل تم لوگوں نے اس کو کفن دینے میں نہایت کوتاہی برتی تھی (اور کنجوسی سے کام لیا تھا) بس اسی باعث وہ ہمارے ساتھ نکلنے سے شرماتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آکر اس نے اس کی خبر دی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھو کوئی صالح آدمی دنیا سے رخصت ہونے والا ہے؟ چنانچہ وہ انصار کے ایک ایسے شخص کے پاس گیا جس کے چل چلاؤ کا وقت قریب آگیا تھا تو اس نے اس سے سارا قصہ کہہ سنایا۔ انصاری نے کہا: اگر اس طرح مردوں کو کوئی چیز پہنچ سکتی ہے تو ٹھیک ہے میں بھی پہنچا دوں گا۔ پھر جب اس انصاری کا انتقال ہوگیا تو وہ شخص زعفران میں رنگے ہوئے دو کپڑے لے کر آیا اور انھیں انصاری کے کفن میں رکھ دیا۔ اب جب رات ہوئی اور اس نے عورتوں کو دیکھا تو ان کی معیت میں اس کی بیوی بھی تھی اور وہ وہی زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئی تھی جو اسے بھیجے گئے تھے۔

حضرت قیس بن قبیصہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من لم يؤمن لم يؤذن له في الكلام . قيل يا رسول الله! و هل يتكلم الموتىٰ؟ قال: نعم و يتزاورون .

یعنی جن کا خاتمہ مع الایمان نہیں ہوتا انھیں بولنے اور بات چیت کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا مردے بھی بولتے ہیں؟ فرمایا: ہاں کیوں نہیں بلکہ وہ تو ایک دوسرے سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے تو اس کے پاس اس کے (فوت شدہ) اہل وعیال آتے ہیں اور اپنے اخلاف کی بابت پوچھتے ہیں کہ فلاں

کیسا ہے، اور فلاں نے کیا کچھ کیا ہے؟۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ قبر میں اولاد کی دعا کی برکت سے میت کو مہلت و آسانی میسر آجاتی ہے۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ روحیں دو طرح کی ہوتی ہیں: انعام یافتہ، اور عذاب یافتہ۔ تو گرفتارِ عذاب روح کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات سے محروم رہتی ہے۔ اور ناز و نعم والی روح نہ صرف آزادانہ ایک دوسرے سے ملتی اور زیارت کرتی ہے بلکہ اپنے دُنیاوی تعلقات کے اعتبار سے باہمی ذکر و مذاکرہ بھی کرتی ہے اور اہل دنیا کو یاد بھی کرتی رہتی ہے؛ لہٰذا ہر روح اپنے اس ساتھی کے ساتھ ہوتی ہے جو اس کے عمل کے مطابق ہو، اور سردارِ کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح' رفیق اعلیٰ (کی معیت) میں ہوگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (۱)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو یہی لوگ اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔

اور اس معیت کا دنیا، عالم برزخ اور آخرت میں بہر جا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اور ان تینوں اَدوار میں انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔

(۱) سورۂ نساء، ۴:۶۹۔

حضرت سلفی فرماتے ہیں کہ قبر کے اندر جملہ مردوں کی روح کا اُن کے جسد خاکی میں لوٹ کر چلی جانا صحیح رواتیوں سے ثابت ہے۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ وہ بدن کے اندر کب تک رہتی ہیں۔ مطلب یہ کہ بدن' روح کے ساتھ ایسے ہی زندہ وتازہ ہوتا ہے جیسے دنیا میں ہوا کرتا تھا یا بغیر روح کے ہوتا ہے، اور روح' اللہ کے چاہے کے مطابق کہیں اور ہوتی ہے؛ کیوں کہ زندگی کا روح کے ساتھ پایا جانا کوئی عقلی بات نہیں بلکہ یہ تو ایک اَمر عادی ہے۔

عقل تو یہ کہتی ہے کہ بدن' روح کے ساتھ دنیا کی طرح زندہ ہو۔ تو امر واقعہ ایسا ہی ہے۔ اور اہل علم کا ایک طبقہ اس کا قائل ہے، اور دلیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اپنی قبر میں نماز پڑھنے کو پیش کرتا ہے۔

اسی طرح شب معراج اَنبیاے کرام کی جو صفتیں بیان ہوئیں ان کا تعلق محض صفات سے ہے اجساد سے نہیں، اور پھر اس کے لیے حقیقی زندگی بھی درکار نہیں کہ روح جہاں بھی ہو بدن کے ساتھ ہی ہو۔ وہ جو دنیا میں کھانے پینے وغیرہ کی جو ضرورتیں پیش آتی ہیں وہ تو محض اجسام کی صفات کے اعتبار سے ہیں۔ لیکن اب یہاں اُس کے احکام جداگانہ ہیں۔

جہاں تک رہی بات میت کے سننے اور جاننے کی تو اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، یہ تو (قرآن وحدیث سے) جملہ مردوں کے لیے ثابت ہے۔ امام سبکی کا موقف یہی ہے۔

حضرت یافعی فرماتے ہیں کہ اس تعلق سے اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ بسا اوقات اِرادۂ قدرت کے مطابق مردوں کی روحیں اُن کے جسموں میں اُن کی قبروں کے اندر علیین یا سجین سے پلٹادی جاتی ہیں، خصوصاً شب جمعہ میں۔ پھر وہ مجلس بنا کر بیٹھتے اور آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ اہل بہشت تو نعمت ہاے گوناگوں سے متمتع ہوتے

ہیں اور اہل دوزخ عذاب سے دوچار کیے جاتے ہیں۔ تو روحیں ہوتی تو علیین یا سجین میں ہیں مگر مردوں سے ان کا ایسا گہرا ربط اور تعلق ہوتا ہے کہ گویا وہ ہمہ وقت قبر میں جسم و بدن کے ساتھ ہی ہیں۔

میت' اپنے زائر کو پہچانتی اور اُنس پاتی ہے

حضرت عائشہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ما من رجل يزور أخاه و يجلس عنده إلا استأنس به و رد عليه حتى يقوم .

یعنی اگر کوئی شخص اپنے (دینی) بھائی (کے قبر) کی زیارت کو جائے اور وہاں جا کر کچھ دیر کے لیے بیٹھے تو میت اس سے بہت مانوس ہوتی ہے، اور اس وقت تک اس کی طرف متوجہ رہتی ہے جب تک کہ وہ اُٹھ کر وہاں سے چلا نہ جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

إذا مر رجل بقبر يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام .

یعنی اگر کوئی شخص کسی شناسا کی قبر سے گزرتے ہوئے اس کو سلام کرے تو وہ میت اس کے سلام کا جواب دیتی ہے۔

ابن عبدالبر نے ''استذکار'' اور ''تمہید'' میں زرارہ بن اوفی سے روایت کیا ہے:

من كان يعرفه و يحبه في الدنيا .

یعنی جسے وہ دنیا میں پہچانتا اور محبت رکھتا تھا اسے قبر میں بھی جانتا پہچانتا ہے۔

حضرت محمد بن واسع فرماتے ہیں :

بلغني أن الموتى يعلمون بزوارهم يوم الجمعة و يوماً قبله

ویوما بعده .

یعنی (معتبر ذرائع سے) مجھے یہ خبر ملی ہے کہ میت اپنے زائر کو روزِ جمعہ، جمعرات، اور ہفتہ کو (بطورِ خاص) جانتی پہچانتی ہے۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں :

من زار قبرا یوم السبت قبل طلوع الشمس علم المیت، قیل له: و کیف ذلک؟ قال: لمکان یوم الجمعة .

یعنی اگر کسی نے ہفتہ کے دن طلوعِ آفتاب سے پہلے کسی قبر کی زیارت کی تو میت اس کو جان لیتی ہے۔ان سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تو فرمایا: روزِ جمعہ کے شرف ومنزلت کی وجہ سے۔

حضرت ابن عباس سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ما من أحد یمر بقبر أخیه المؤمن کان یعرفه في الدنیا فیسلم علیه إلا عرفه و رد علیه السلام .

یعنی اگر کوئی اپنے برادرِ دینی کی قبر سے گزرے اور دنیا میں ایک دوسرے سے شناسائی بھی رہی ہو، تو جیسے ہی وہ اسے سلام کرتا ہے، میت نہ صرف یہ کہ اسے پہچان لیتی ہے بلکہ اس کے سلام کا جواب بھی مرحمت کرتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً آیا ہے :

ما من عبد یمر علی رجل یعرفه في الدنیا، فیسلم علیه إلا عرفه و رد علیه السلام .

یعنی اگر کوئی شخص کسی ایسے انسان (کے مزار) سے گزرے جس سے دنیا میں شناسائی تھی، تو جب وہ اسے سلام کرتا ہے، تو میت پہچان کر اس کے سلام کا اسے جواب دیتی ہے۔

"اربعین طائیہ" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث یوں آئی ہے :

آنس ما يكون الميت في قبره إذا زاره من كان يحبه في دار الدنيا .

یعنی میت اپنی قبر میں اس وقت اُنس وفرحت محسوس کرتی ہے جب اس کا کوئی اپنا زیارت کو آئے جو دنیا میں اُسے چاہا کرتا تھا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ آثار واحادیث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جب کوئی قبر کی زیارت کو جاتا ہے تو میت نہ صرف یہ کہ اس کو جان لیتی ہے بلکہ اس کے سلام کو سنتی، اس سے اُنس حاصل کرتی اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتی ہے۔ اور اس میں شہیدوں ہی کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ یہ حکم ہر ایک میت کے لیے عام ہے، اور اس میں کسی وقت اور دن کی بھی کوئی قید نہیں۔

اور حضرت ضحاک نے وقت اور دِن کی جو قید لگائی تھی اس سے صحیح تر یہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کو اہل قبر پر سلام کرنے کا جو طریقہ و انداز بتایا ہے اس سے خود باور ہوتا ہے کہ مردے سنتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔

روحوں کے کاشانے

حضرت ابن مسعود سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

أرواح الشهداء في حواصل طير خضر تسرح في الجنة حيث شاء ت ثم تأوي إلى قناديل تحت العرش .(۱)

---

(۱) کنز العمال متقی ہندی: ۴/۳۱۳ حدیث: ۱۱۱۷۰۔

یعنی شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں بہشت کے اندر جہاں چاہیں اُڑتی پھرتی ہیں، پھر عرش کے نیچے آویزاں قندیلوں میں آکر پناہ گزیں ہوجاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس سے مروی کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

لما أصيب أصحابكم بأحد جعل الله أرواحهم في حواصل طير خضر ترد أنهار الجنة، و تأكل من ثمارها، و تأوي إلى قناديل من ذهب معلقة في ظل العرش .(۱)

یعنی تمہارے جو دوست جنگ اُحد میں شہید کیے گئے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب میں کردیا، اب وہ جنت کی نہروں کی سیر کرتے، اس کے پھل میوے کھاتے اور عرش تلے آویزاں قنادیل زریں پر آشیاں نشیں ہوتے ہیں۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

الشهداء على بارق نهر الجنة في قبة خضراء يخرج إليهم رزقهم من الجنة بكرة و عشية .

یعنی ارواحِ شہداء سبز قبوں میں بابِ جنت سے اس کی نہروں میں جاتی ہیں اور صبح وشام جنت سے اپنا (روحانی) رزق حاصل کرتی ہیں۔

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں :

---

(۱) مسند عبد بن حمید :۲/۲۹۷ حدیث :۲۸۱۔

الشهداء في قباب في رياض الجنة يبعث إليهم ثور و حوت فيعتركان بهما، فإذا احتاجوا إلى شيء عقر أحدهما صاحبه فيأكلون فيجدون فيه طعم كل شيء في الجنة .

یعنی شہداء باغاتِ جنت کے قبوں میں (رہائش پذیر) ہوتے ہیں۔ثور اور حوت ان کی طرف دوڑتے ہیں،جن کے ساتھ وہ مستی ودل لگی کرتے ہیں،پھر جب انھیں کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے،ان میں سے ایک اپنے دوست کو ذبح کردیتا ہے،اب جب وہ اسے کھاتے ہیں تو اس میں جنت میں موجود جملہ چیزوں کا کیف ومزا ملتا ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت حارثہ کی شہادت پر ان کی ماں نے پوچھا: یارسول اللہ! حارثہ کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ اگر وہ جنت میں ہوتو میں خودکو تلقین صبر کردیتی ہوں اوراگر وہ وہاں نہیں کہیں اور ہے توپھر دیکھیں(میں رورو کراپنا حال کیا)بنالیتی ہوں؟ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إنها جنات كثيرة و إنه في الفردوس الأعلىٰ . (١)

یعنی تمہیں پتا ہے کہ جنتیں تو بہت ہیں مگر وہ (سب سے افضل جنت) فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔

حضرت کعب بن مالک سے مروی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إنما نسمة المؤمن طائر يتعلق في شجر الجنة حتى يرجعه الله تعالىٰ إلى جسده يوم يبعثه .

---

(١) مصنف ابن ابی شیبہ:۴/۵۶۳حدیث:۱۸......البعث والنشور بیہقی:۱/۲۲۷حدیث:۲۱۲......الجہاد لابن المبارک:۱/۸۳حدیث:۸۳......سباعیات ابوالمعالی فراوی:۱/۱۵حدیث:۱۴......مسند جامع:۳/۱۶۹۔

یعنی مومن کی روح ایک پرندہ کی شکل میں شاخِ جنت سے لٹکی ہوتی ہے پھر جب بعث بعد الموت کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس روح کو اس کے بدن میں لوٹا دے گا۔

حضرت اُم ہانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پس مرگ ایک دوسرے کی زیارت اور ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے کے تعلق سے اِستفسار کیا تو آپ نے فرمایا :

یکون بأنعم طیر یتعلق بالشجر، حتی إذا کان یوم القیامة دخلت کل نفس في جسدھا .

یعنی (روح) بہترین قسم کے پرندے کی شکل میں درخت سے لٹکی ہوئی ہوتی ہے، پھر جب قیامت کا دن آئے گا تو ہر روح اپنے اپنے جسد خاکی میں ڈال دی جائے گی۔

حضرت ام بشر بن براء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ مردے آپس میں کس طرح ملتے اور شناخت کرتے ہیں؟ فرمایا :

تربت یداک النفس الطیبة طیر خضر في الجنة فإن کان الطیر یتعارفون في رؤوس الشجر فإنھم یتعارفون .

یعنی اللہ تجھے خوش رکھے!۔ پاکیزہ روحیں جنت میں سبز پرندوں کی شکل میں ہوتی ہیں۔ تو جس طرح درخت کے سرے اور ٹہنیوں پر بیٹھے پرندے آپس میں متعارف ہوجاتے ہیں تو اسی طرح یہ روحیں بھی آپس میں شناخت قائم کرلیتی ہیں۔

حضرت عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب حضرت کعب کی وفات کا وقت آیا تو ام بشر بن براء نے ان کے پاس آکر عرض کیا: اے ابو عبد الرحمٰن! اگر تمہاری فلاں سے ملاقات ہو تو اسے میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ انھوں نے فرمایا: اے ام بشر!

اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ ہمیں اس کی کیا خبر ہوگی! عرض کیا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ اقدس نہیں سنا :

إن نسمة المؤمن تسرح في الجنة حيث شاء ت و نسمة الكافر في سجين مسجونة .

یعنی بندۂ مومن کی روح جنت میں من چاہی جگہوں کی سیر کرتی ہے اور کافر کی روح سجین میں قید ہوتی ہے۔

فرمایا: ہاں۔ عرض کیا: تو میں وہی تو کہہ رہی ہوں۔

مرو بن حبیب کے مراسیل میں یہ موجود ہے :

سألت النبي صلى الله عليه وسلم عن أرواح المؤمنين، فقال : في حواصل طير خضر تسرح في الجنة حيث شاء ت قالوا يا رسول الله و أرواح الكفار؟ قال: محبوسة في سجين .

یعنی میں نے نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارواحِ مومناں کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: وہ سبز پرندوں کے قالب میں جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی پھرتی ہیں۔ پوچھا: یارسول اللہ اور کافروں کی روحیں (کہاں ہوتی ہیں)؟ فرمایا: وہ سجین کے اندر مقید ہوتی ہیں۔

حضرت سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضراتِ سلمان فارسی اور عبد اللہ بن سلام آپس میں ملے تو ایک نے دوسرے سے کہا: اگر تم مجھ سے پہلے اپنے رب سے جاملو تو ملاقات کی کیفیت سے مجھے آگاہ کرنا؟ کہا: کیا زندے بھی مردے سے ملتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ مومنوں کی روحیں جہاں کی چاہیں (بلا روک ٹوک) سیر کرتی رہتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں :

أرواح المؤمنين كالزرازير تأكل من ثمر الجنة .

یعنی مومنوں کی روحیں گوریوں کی طرح جنت کے پھلوں سے محظوظ ہوتی رہتی ہیں۔

ابن مندہ نے بھی اسے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں :

جنة المأوی فیها طیر خضر ترتقي فیها أرواح المؤمنین الشهداء تسرح في الجنة، و أرواح آل فرعون في أجواف طیر سود و علی النار تغدو و تروح و إن أطفال المؤمنین في عصافیر في الجنة .

یعنی جنت الماویٰ کے اندر سبز پرندے ہوں گے، جس کی فضاؤں میں مومن شہیدوں کی روحیں سیر وتفریح کرتی پھریں گی۔اور آل فرعون (کافروں) کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں صبح وشام جہنم پر پیش کی جائیں گی۔اور مومنوں کے بچے چڑیوں کی شکل میں جنت کے اندر موجود ہوں گے۔

حضرت ہذیل فرماتے ہیں کہ آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں آتش جہنم کے اوپر اُڑتی پھریں گی، جب کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں اور مسلمانوں کے نابالغ بچے چڑیوں کی شکل میں جنت میں چہچہاتے چگتے اور سیر کرتے رہیں گے۔

حضرت ابن عمرو فرماتے ہیں :

أرواح المؤمنین في صور طیر بیض في ظل العرش و أرواح الکافرین في الأرض السابعة .

یعنی بندگانِ مومن کی روحیں سفید پرندوں کی صورت میں سایۂ عرش تلے ہوتی ہیں۔جب کہ کافروں کی روحیں زمین کے ساتویں طبقہ (سجین) میں ہوتی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج مجھے بنی آدم کے مقام عروج پر پہنچایا گیا اور کسی مخلوق نے اس معراج کو اس سے حسین نہیں دیکھا جیسے مردہ اپنی آنکھ کے پھٹتے وقت آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتا ہے اور اسے عجیب وغریب منظر نظر آتا ہے۔ پھر میں اور جبرئیل دونوں اوپر چڑھے اور دروازۂ آسمان کھلوایا گیا تو وہاں حضرت آدم ملے جو اپنی مومن ذریت کی روحوں کا مشاہدہ کر کے فرما رہے تھے کہ یہ پاکیزہ روحیں ہیں انھیں علیین میں جگہ دو۔ یوں ہی اپنی کافر ذریت کی روحوں کو دیکھ کر فرمایا: یہ گندی وخبیث روحیں ہیں انھیں سجین میں (مقید) کر دو۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن أرواح المؤمنين في السماء السابعة ينظرون إلى منازلهم في الجنة .

یعنی اہل ایمان کی روحیں ساتویں آسمان پر جنت میں اپنے ٹھکانے پر نگاہیں جمائے ہوئے ہوتی ہیں۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ ساتویں آسمان پر اللہ تعالیٰ نے بیضا نامی ایک گھر بنا رکھا ہے، جہاں مومنوں کی روحیں باہم اِکٹھا ہوتی ہیں۔ تو جب بزم دنیا سے اُٹھ کر کوئی وہاں جاتا ہے تو روحیں اس سے اسی طرح ملتی اور دنیا کی بابت پوچھ گچھ کرتی ہیں جس طرح کوئی مسافر اپنے گھر پہنچ کر اہل خانہ کے احوال معلوم کرتا ہے۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں حضرت اسما کے پاس عبد اللہ بن زبیر کی تعزیت کے لیے گیا حالاں کہ ان کا جسّہ تا ہنوز سولی پر چڑھا ہوا تھا۔ میں نے ان کو تسلی دیتے ہوئے

کہا: آپ بالکل آزردہ وغمگین نہ ہوں کیوں کہ روحیں تو آسمان میں اللہ کے حضور چلی جاتی ہیں، یہ محض اُن کا جثہ لٹک رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت عباس بن عبد المطلب سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ترفع أرواح المؤمنين إلى جبريل فيقال: أنت ولي هذه إلى يوم القيامة .

یعنی مومنوں کی روحیں پس پرواز حضرت جبرئیل کے پاس لائی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آپ ہی قیام قیامت تک اِن کے والی ونگہبان ہیں۔

حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے کے بعد فرمایا :

إن مت قبلي فأخبرني بما تلقى، و إن مت قبلك أخبرتك، قال: و كيف و قد مت؟ فقال: إن الروح إذا خرج من الجسد كان بين السماء و الأرض حتى يرجع إلى جسده .

یعنی اگر تمہاری قضا مجھ سے پہلے آجائے تو اپنے (برزخی) احوال پر مجھے مطلع کرنا۔ اور اگر تم سے پہلے میں ہی رخصت ہوگیا تو میں تمہیں ان کیفیات سے آگاہ کروں گا۔ پوچھا: پس مرگ یہ کیسے ممکن ہوگا؟ فرمایا: روح جسم سے نکل کر آسمان وزمین کے درمیان (سیر کررہی) ہوتی ہے، حتیٰ کہ اپنے جسد خاکی میں لوٹ نہ جائے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ :

اللّٰهُ يَتَوَفَّى الأنفُسَ حِينَ مَوتِهَا وَ الَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضىٰ عَلَيهَا المَوتُ وَ يُرْسِلَ الأُخرىٰ إلىٰ أجَلٍ مُسَمّٰى ٥ (۱)

اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور اُن (جانوں) کو جنھیں موت نہیں آئی ہے، ان کی نیند کی حالت میں، پھر ان کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر ہو چکا ہو اور دوسری (جانوں) کو مقررہ وقت تک چھوڑے رکھتا ہے۔

کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ روحیں زمین و آسمان کے درمیان مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں، جہاں مردوں کے ساتھ زندوں کی روحیں بھی ہوتی ہیں، اس طرح مردہ جانوں کا زندہ جانوں کے ساتھ تعلق برقرار رہتا ہے۔ اب جب روح کو حکم ہوتا ہے کہ اِس زندہ جان میں پلٹ جاتا کہ وہ اپنا رزقِ حیات پورا کر سکے تو مردہ جان تو وہیں روک لی جاتی ہے اور دوسری (اِدھر) بھیج دی جاتی ہے۔

مسند فردوس میں ہے تاہم حدیث ابودرداء سے ان کے بیٹے کی سند اُن تک ثابت نہیں:

الميت إذا مات دير به حول داره شهراً و حول قبره سنة، ثم يرفع إلى السبب الذي تلتقي فيه أرواح الأحياء و الأموات .

یعنی پس انتقال میت کی روح مہینہ بھر اس کے گھر اور سال بھر اس کی قبر کے اردگرد منڈلاتی رہتی ہے۔ پھر اسے اس جگہ اُٹھالیا جاتا ہے جہاں مردوں اور زندوں کی روحیں باہم ملاقات کرتی ہیں۔

(۱) سورۂ زمر: ۳۹/۴۲۔

حضرت سعید بن میسیب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

أرواح المؤمنين في برزخ من الأرض تذهب حيث شاء ت، و أنفس الكافرين في سجين .

یعنی بندگانِ مومن کی روحیں برزخِ زمین میں جہاں چاہیں پھرتی رہتی ہیں جب کہ کافر کی روحیں سجین میں (مقید) ہوتی ہیں۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ 'برزخ' چوں کہ دو چیزوں کے درمیانی آڑ کو کہتے ہیں، تو بہت حد تک ممکن ہے کہ یہاں برزخ سے مراد دنیا و آخرت کے درمیان کی زمین ہو۔

حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں :

بلغني أن أرواح المؤمنين مرسلة تذهب حيث شاء ت .

یعنی (معتبر ذرائع سے) مجھے خبر پہنچی ہے کہ مومنوں کی روحیں بالکل آزاد ہوتی ہیں اور جہاں چاہیں (بے روک ٹوک) آتی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں :

أرواح الكفار تجمع ببرهوت-سبخة بحضرموت- و أرواح المؤمنين تجمع بالجابية .

یعنی کافروں کی روحیں زمین برہوت میں اِکٹھا ہوتی ہیں جو کہ حضرموت کا ایک شورزدہ ٹکڑا ہے۔ اور مومنوں کی روحیں ملک جابیہ (کی خوشگوار فضاؤں والی زرخیز زمین) میں ہوتی ہیں۔

حضرت عروہ بن رویم فرماتے ہیں :

الجابية تجيء إليها كل روح طيبة .

یعنی جملہ طیب و پاکیزہ روحیں جابیہ میں لائی جاتی ہیں۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

أرواح المؤمنين في بئر زمزم، و أرواح الكافرين في واد يقال له برهوت . (۱)

یعنی ارواحِ مومناں چاہِ زم زم تلے ہوتی ہیں۔ جب کہ ارواحِ کافراں وادیِ برہوت میں۔

---

(۱) اس کی تصدیق اس واقعے سے بھی ہوتی ہے جسے امام ذہبی نے اپنی کتاب ''الکبائر'' میں نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک امیر کبیر شخص حج بیت اللہ کے ارادے سے نکلا۔ جب وہ مکہ معظمہ پہنچا تو اس نے ایک صاحب امانت ودیانت شخص کے پاس ایک ہزار دینار امانۃً رکھ دیے تاکہ وقوف عرفات کے بعد وہ آکر انھیں واپس لے لے۔ واپسی میں اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص فوت ہو چکا ہے۔ گھر والوں سے پوچھا تو انھوں نے صاف صاف انکار کر دیا کہ ہمیں اس سلسلہ میں کچھ بھی علم نہیں۔ چنانچہ وہ شخص علماے مکہ کی بارگاہ میں جا کر اپنا ماجرا سنایا۔ انھوں نے فرمایا: نصف شب میں تم چاہِ زمزم کے پاس جاؤ اور اس شخص کا نام لے کر وہاں پکارو، اگر وہ اہل بہشت سے ہوگا تو تمہاری پکار کا پہلی فرصت میں جواب دے گا۔ چنانچہ وہ شخص چاہِ زمزم کے پاس پہنچ کر آواز دینے لگا مگر کہیں سے اسے کوئی جواب نہ ملا۔ نامراد ہو کر پھر علما کی خدمت میں پہنچا۔ اس کی داستان سن کر انھوں نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور کہا کہ ایسا لگتا ہے جیسے تمہارا دوست اہل دوزخ سے ہو گیا۔ اب ایسا کرو سرزمین یمن جاؤ اور وہاں چاہِ برہوت (جس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ جہنم کے دہانے پر واقع ہے) کے پاس اسے آواز لگاؤ، اُمید ہے کہ وہ تمہاری آواز کا جواب دے گا۔ چنانچہ وہ شخص یمن پہنچا اور پوچھتے پوچھتے چاہِ برہوت کے پاس شب میں پہنچا اور اس کا نام لے کر آواز لگائی۔ اس نے جواب دیا۔ پوچھا: میرے دینار کہاں ہیں؟ اس نے بتایا کہ میں نے اپنے گھر میں فلاں مقام پر انھیں دفن کر دیا ہے مگر اس کے بارے میں گھر والوں کو مطلع نہ کر سکا۔ تو جاؤ اور زمین کھود کر اپنی امانت حاصل کر لو۔

اس نے کہا: ہم تو آپ کو بڑا پرہیزگار اور دین دار سمجھ رہے تھے، آخر کیا چیز آپ کو یہاں لے آئی؟ کہا: اصل میں ہوا یہ کہ میری ایک فقیر و بے سہارا بہن تھی جس کی طرف سے میں ہمیشہ غافل رہا اور اس کی دیکھ ریکھ نہ کی تو اسی کا خمیازہ یہاں بھگت رہا ہوں۔ کتنی سچی بات فرمائی ہے میرے آقا علیہ السلام نے:

لایدخل الجنة قاطع رحم . یعنی خونی رشتے کاٹنے والا جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ (الکبائر: ۱/۱۷)

-چڑیا کوٹی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں :

أرواح المُؤمنين تجمع بأريحا و أرواح المشركين تجمع بظافر من حضرموت .

یعنی مومنوں کی روحیں شہر اَریحا میں جمع کی جاتی ہیں۔ اور مشرکوں کی روحیں حضرموت کی ایک وادی ظافر میں۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں :

إن أرواح المؤمنين إذا قبضت ترفع إلى ملك يقال له رمائيل وهو خازن أرواح المؤمنين .

یعنی جب مومنوں کی روحیں قبض کی جاتی ہیں تو انھیں رمائیل نامی ایک فرشتہ کے پاس لے جایا جاتا ہے، چونکہ ارواحِ مومناں کا خازن یہی فرشتہ ہے۔

حضرت اَبان بن ثعلب کسی اہل کتاب کے حوالے سے فرماتے ہیں :

الملك الذي على أرواح الكفار يقاله له دوحة .

یعنی کافروں کی روحوں کے خزانچی فرشتے کا نام دوحہ ہے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں :

الخضر على منبر من نور بين البحر الأعلىٰ و البحر الأسفل و قد أمرت دواب الأرض أن تسمع له و تطيع، و تعرض عليه الأرواح بكرة و عشية .

یعنی حضرت خضر بحرِ اعلیٰ اور بحرِ اسفل کے درمیان ایک منبر نور پر جلوہ افروز ہوتے ہیں، جملہ زمینی چوپائے ان کی اطاعت و خدمت گزاری پر مامور ہیں۔

اور صبح وشام روحیں ان پر پیش کی جاتی ہیں۔

یہ ان تمام احادیث و آثار کا مجموعہ مرکب ہے جو ہمیں روحوں کے ٹھکانوں کے تعلق سے دستیاب ہو سکیں۔ ہاں آثار کے قوت وضعف کے اعتبار سے اہل علم کے اس سلسلہ میں مختلف اقوال وآرا ہیں۔

ابن قیم کہتے ہیں: اس سلسلہ میں تحقیقی بات یہ ہے کہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اور عالم برزخ کے اندر روحوں کے درجات میں اپنے ٹھکانوں کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہوتا ہے، تاہم اس سلسلہ میں فراہم کردہ دلیلیں بے غبار ہیں؛ کیوں کہ ان میں سے ہر ایک 'لوگوں کی اُن کے درجات کے اعتبار سے نشان دہی کرتی ہے۔

کہتے ہیں کہ بہر حال روح کا بدن سے بہت ہی گہرا ربط واتصال ہوتا ہے۔ تبھی تو اسے مخاطب وسلام کرنا اور اس پر اس کا ٹھکانہ وغیرہ پیش کیا جانا درست ہوگا، جیسا کہ حدیثوں میں وارِد ہوا ہے؛ کیوں کہ روح کا معاملہ بالکل جداگانہ ہوتا ہے، وہ (ایک طرف تو) رفیق اعلیٰ کے حضور میں ہوتی ہے اور (دوسری طرف) بدن سے بھی اپنا تعلق اُستوار رکھتی ہے کہ جب اس کا کوئی دوست آشنا سلام کرتا ہے تو وہ اس کا جواب دیتی ہے۔ تو یہ روح کا مقام ہوتا ہے۔

اس مقام پر بعض لوگوں نے غائب کو شاہد پر قیاس کر کے دھوکہ کھایا ہے؛ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ جب روح بدن سے جدا ہو کر کہیں اور چلی جائے تو اب پھر اس روح کا کسی جگہ لوٹ کر آنا ممکن نہیں تو یہ غلط محض ہے۔ (کیا آپ نے نہیں سنا پڑھا کہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، پھر چھٹے آسمان پر بھی ان کی زیارت ہوئی۔ تو یہاں پر روح بدن کے ساتھ تھی کیوں کہ روح کا بدن کے ساتھ گہرا اِتصال ہوتا ہے جبھی تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور سلام کا

جواب دے رہے تھے۔تو گویا روح کا تعلق ان کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور وہ رفیق اعلیٰ کے حضور میں بھی ہوتی ہے، اور اس میں کوئی مغایرت بھی نہیں؛ کیوں کہ روح کا معاملہ بدن کے معاملہ سے یکسر مختلف ہے۔بعض لوگوں نے روح کی مثال سورج سے بھی پیش کی ہے کہ وہ ہوتا تو آسمان میں ہے مگر اس کی کرنیں زمین پر پڑتی رہتی ہیں۔نیز ارشادِ رسالت مآب ہے:

مـن صـلى عليَّ عند قبري سمعته، و من صلى علي نائيا بلغته .

(۱)

یعنی جو شخص میری قبر پر آ کر درود پڑھے تو میں اس کا درود خود اپنے کانوں سے سنتا ہوں اور جو دور سے درود بھیجے تو وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

قطع نظر اس کے کہ آپ کی روح اُرواحِ انبیا کی معیت میں مقام علیین بلکہ رفیق اعلیٰ کے حضور میں ہوتی ہے۔

اب روحیں (سجین میں ہوں) یا زمین و آسمان کے درمیانی آڑ میں یا پھر سجین میں ۔جہاں بھی ہوں بہر حال ان کا جسموں سے خاص اتصال و لگاؤ ہوتا ہے جس کے باعث انھیں اِدراک، سننے پڑھنے اور نماز ادا کرنے پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ ایک عجیب چیز ہے کیوں کہ شاہد دنیوی سے اس کی کوئی مشابہت نہیں۔ یوں ہی آخرت کے معاملات اور عالم برزخ بھی دنیا کے حالات سے بالکل جدا ہوتا ہے۔

لہٰذا خلاصہ بحث یہ ہوا کہ بھلی بری روح، ہر کسی کا صرف ایک ہی ٹھکانہ نہیں بلکہ (مراتب و درجات کے اِعتبار) سے ان کے ٹھکانے مختلف ہوں گے۔تاہم ہر کسی کا

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۲۰۴ حدیث: ۹۳۴......شعب الایمان: ۴/۱۰۳ حدیث: ۱۵۴۴......حیاۃ الانبیاء فی قبورہم: ۱/۱۹ حدیث: ۱۸......کنز العمال: ۱/۴۹۲ حدیث: ۲۱۶۵......روضۃ المحدثین: ۳/۲۱۸ حدیث: ۱۱۹۳۔

اپنے ٹھکانے سے قبر کے اندر اپنے جسموں کے ساتھ ربط و اِتصال باہمی ہوگا جس سے نوشتہ تقدیر کے مطابق انھیں نعمت وراحت یا عذاب وسزا مل سکے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں مقام علیین میں ہوں گی۔ اور کافروں کی سجین میں۔ اور ان میں سے ہر کسی کی روح کا اپنے بدن کے ساتھ ایک خاص قسم کا اتصال ہوتا ہے مگر اس اتصال کی تشبیہ دنیوی زندگی سے نہیں دی جاسکتی۔ ہاں سونے کی حالت سے اس کو یک گونہ مشابہت ہے، تاہم اُس اتصال کی کیفیت سونے سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہوتی ہے۔

فرمایا: لہٰذا وہ جو روحوں کا ٹھکانہ علیین یا سجین یا کنواں بتایا گیا تھا اس طرح اس کی تطبیق ہوسکتی ہے۔ اور ابن عبد البر نے جمہور سے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ اپنی قبروں کی فضاؤں میں گردش کرتی رہتی ہیں۔

فرمایا: ایسا ہوسکتا ہے کہ اس کو ایسا کرنے کی اجازتِ (خاص) ملی ہو، تاہم وہ رہتی اپنے ٹھکانہ علیین یا سجین ہی میں ہو۔

فرمایا: اور جب میت کو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کردیا جاتا ہے تو تب بھی وہ ربط واتصالِ مذکور بدستور برقرار رہتا ہے۔ یوں جب اُس کے اعضا پھٹ جائیں یا ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں تب بھی۔

صاحب الافصاح فرماتے ہیں کہ روح کے لیے حصولِ نعمت وراحت کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔

ان میں ایک یہ کہ وہ پرندے کی صورت جنت کے مختلف درختوں پر (سیر وتفریح کرتی پھرتی) ہے۔

ان میں ایک یہ کہ وہ سبز چڑیے کے قالب میں ہوتی ہے۔

ان میں ایک یہ کہ وہ گورے کی صورت چڑیے کے قالب میں ہوتی ہے۔

ان میں ایک یہ کہ وہ جنت کے درختوں پر ہوتی ہے۔

ان میں ایک یہ کہ وہ اعمال کے نتیجے میں پیدا شدہ (کسی خاص) صورت میں ہوتی ہے۔

ان میں ایک یہ کہ وہ یوں ہی سیر کرتی پھرتی اور اپنے جثہ کی دیکھ ریکھ کے لیے آجاتی ہے۔

ان میں ایک یہ کہ وہ نئی قبض شدہ روحوں سے ملتی ہے۔

ان میں ایک یہ کہ وہ حضرت میکائیل کی کفالت میں ہوتی ہے۔

ان میں ایک یہ کہ وہ حضرت آدم کی کفالت میں ہوتی ہے۔

ان میں ایک یہ کہ وہ حضرت ابراہیم کی کفالت میں ہوتی ہے۔

حضرت قرطبی فرماتے ہیں: یہ ایک بڑی بہترین اور جامع تطبیق ہے جس نے سب کچھ اپنے اندر سمولیا ہے، اور اس کا دفاع ورد بھی نہیں ہوسکتا۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب ''عذاب القبر'' میں ارواح شہداء کے بارے میں حدیث ابن مسعود اور حدیث ابن عباس ذکر کرنے کے بعد کچھ ایسا ہی لکھا ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت براء سے مروی بخاری کی وہ حدیث نقل کی ہے کہ جب رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر حضرت ابراہیم (کم عمری میں) دنیا سے رخصت ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

إن له مرضعاً في الجنة. (۱)

(۱) صحیح بخاری: ۱۷۸/۵ حدیث: ۱۲۹۳-۵۷۲۷-۳۰۱۵...... سنن ابن ماجہ: ۴۶۵/۴ حدیث: ۱۵۰۰...... مشکوۃ المصابیح: ۳۳۸/۳ حدیث: ۶۱۲۸...... مسند احمد: ۱۰۳/۳۸ حدیث: ۱۲۹۱۶...... مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۵/۳ حدیث: ۱۸۳...... مستدرک: ۸۶/۱۶ حدیث: ۶۹۲۱...... صحیح ابن حبان: ۴۳۹/۲۸ حدیث: ۷۰۷۵...... مسند طیالسی: ۳۰۴/۲ حدیث: ۷۸۵...... کنز العمال: ۴۷۰/۱۱ حدیث: ۳۲۲۱۲...... مجمع الزوائد: ۱۶۲/۹۔

یعنی جنت میں اس کے لیے ایک (خصوصی) دودھ پلانے والی ہے (جو اس کی بقیہ مدت رضاعت پوری کردے گی)۔

پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نورِ نظر ابراہیم کے تعلق سے فرمایا کرتے تھے کہ اسے جنت میں دودھ پلایا جارہا ہے۔ حالاں کہ وہ مدینہ کی مشہور و معروف قبرستان جنۃ البقیع میں مدفون تھے۔

حضرت امام نسفی ''بحر الکلام'' میں فرماتے ہیں کہ روحیں چار طرح کی ہوسکتی ہیں:

انبیاے کرام کی روحیں: ان کے جسد طاہر سے نکلنے کے بعد مشک وکافور کی شکل دھار لیتی ہیں۔ جنت میں کھاتی پیتی اور عیش کرتی ہیں، پھر رات گئے قنادیل عرش میں پناہ گزیں ہوجاتی ہیں۔

پیکرانِ طاعت شہدا کی روحیں: ان کے جسموں سے نکل کر سبز پرندہ کی صورت جنت کی فضاؤں میں (سیر کناں) ہوتی ہیں، اور وہ بھی وہاں کھاتی پیتی اور موج کرتی ہیں اور رات ہوتی ہے تو عرش تلے لٹکے ہوئے قنادیل میں آشیاں نشیں ہوجاتی ہیں۔

فرماں برداروں کی روحیں: دیوارِ جنت پر ہوتی ہیں۔ انھیں کھانے پینے کی اجازتِ عام تو نہیں ہوتی تاہم جنت میں گھومتی پھرتی ہیں۔

گنہ گار مومنوں کی روحیں: زمین وآسمان کے درمیان ہوا میں ہوتی ہیں۔

اور کافروں کی روحیں سیاہ پرندے کے قالب میں زمین کے سات طبق نیچے مقام سجین میں ہوتی ہیں، لیکن ان کے جسموں سے ان کا تعلق بدستور قائم ہوتا ہے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھ سکیں۔ جیسے سورج کہ ہوتا تو آسمان پر ہے مگر اس کی روشنی زمین پر پڑتی ہے۔

قصہ اہل ایمان کے نونہالوں کی رضاعت وحضانت کا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

كل مولود يولد في الإسلام فهو في الجنة شبعان ريان، يقول يا رب أورد عليَّ أبويَّ .

یعنی فطرت اسلام پر پیدا ہونے والا ہر بچہ جنت میں بالکل ترو تازہ اور آسودہ حال ہوگا۔ وہ (بے تابی کے عالم میں) عرض کرے گا: اے پروردگار! میرے والدین کو میرے پاس آنے کی کوئی سبیل کردے۔

حضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ جنت کے ایک درخت کا نام طوبی ہے، جس کی (شاخیں) تھن دار ہوں گی جن سے جنتی بچوں کو دودھ پلایا جائے گا۔ اور ناقص گر جانے والا حمل جنت کی نہروں میں پلٹیاں کھا رہا ہوگا۔ پھر جب انھیں عرصہ محشر میں لایا جائے گا تو یہ چالیس سال کے ہوں گے۔

حضرت عبید اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کی ٹہنیاں گائے کے تھن کی مانند تھن دار ہیں جن سے نونہالانِ بہشت کو غذا فراہم کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

أولاد المؤمنين في الجنة يكفلهم إبراهيم و سارة، حتى يردهم إلى آبائهم يوم القيامة .

یعنی بہشت میں نونہالانِ اہل ایمان کی کفالت حضرات ابراہیم وسارہ فرمائیں گے۔ پھر قیامت کے دن یہ بچے اپنے اپنے والدین کے سپرد ہو جائیں گے۔

والحمد لله ربّ العالمين .